ہفت روزہ
12/50
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ
۲۱ اپریل ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۞ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: الآیات

ترجمہ: اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں۔ اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں، دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جن کی حالت یہ ہے۔ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی، اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے) بھی اور زمین اور آسمان کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (آل عمران پ ۴)

وَعَنْ حُذَیْفَةَ، وَاَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ قَالَ: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْیَا وَاَمُوْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ دونوں بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے۔ تو یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اے اللہ میں تیرے ہی نام سے زندہ ہوتا اور مرتا ہوں (بخاری)

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ، وَلِفَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اِذَا اَوَیْتُمَا اِلٰی فِرَاشِکُمَا اَوْ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا فَکَبِّرَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ، وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلتَّسْبِیْحُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ اَلتَّکْبِیْرُ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم دونوں اپنے بستروں کی طرف جاؤ۔ یا جب تم دونوں اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو تم دونوں ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ کہو۔ اور ایک روایت میں سبحان اللہ کا ۳۴ مرتبہ پڑھنا منقول ہے اور ایسے ہی ایک روایت میں اللہ اکبر کا ۳۴ مرتبہ پڑھنا منقول ہے (امام بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ نَفَثَ فِیْ یَدَیْهِ وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ، وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِهٖ کُلَّ لَیْلَةٍ جَمَعَ کَفَّیْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْهِمَا فَقَرَأَ فِیْهِمَا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ یَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰی رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ یَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے۔ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے۔ اور ان دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم پر پھیرتے (بخاری و مسلم) اور بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنی ہتھیلیوں کو جمع کرتے، پھر ان میں پھونکتے اور پھر ان دونوں میں قل ہو اللہ احد، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے، پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم سے جہاں تک طاقت ہوتی مسح کرتے۔ ان دونوں کے ساتھ پہلے اپنے سر اور چہرے سے ابتدا کرتے اور جسم کا جو سامنے کا حصہ ہوتا۔ اور یہ چیز تین مرتبہ کرتے تھے (امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ وَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ، رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ، اٰمَنْتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ، وَبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَقُوْلُ، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم خواب گاہ میں جانے کا ارادہ کرو۔ تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو۔ پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ کہا کرو (ترجمہ) اے اللہ! میں نے اپنی جان تجھ کو سونپی اور اپنے چہرے کو تیری طرف متوجہ کیا اور اپنے سب کام تیرے سپرد کئے۔ اور اپنی پشت تیری طرف لگائی، یہ کام سب تیرے ثواب کی رغبت اور تیرے عذاب کے خوف سے کئے، تیرے سوا نہ کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔ اور نہ کوئی بچاؤ کا مکان، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی، اور تیرے اس رسول پر جس کو تو نے مبعوث فرمایا اب اگر تم (سوتے میں) مرجاؤ گے تو دین فطرت پر مروگے اور ان کو اپنے کلام کے آخر میں پڑھنا (یعنی اس کے بعد کوئی کام نہ کرنا)۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ذرے ہیں اس کے خاور و انجم لئے ہوئے
جس رہ گزر پہ نقش خرام رسول ہے
(مظفر گجراتی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
٦٧٥٤٥

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۷ء | شمارہ ۵۰

جدید رجحانات علماء کرام کیلئے چیلنج ہیں

گرد وپیش پر نظر دوڑایئے تو صاف نظر آئے گا کہ ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ مغرب پرستی اور اسلام بیزاری کا دور ہے۔ ہر جگہ باطل قوتیں اپنے پورے سازو سامان کے ساتھ اسلام پر حملہ آور نظر آتی ہیں اور ان کا مشن یہ ہے کہ اسلام اور اسلامی عقائد کو اس انداز سے رجعت پسندانہ ثابت کریں کہ مسلمان خود بخود ان سے بیزار ہو کر ایک نئے اسلام کی طرف راغب ہوں۔ ایسا اسلام جو نہ صرف مغرب کی آزادی کے ساتھ پورا پورا تعاون کر سکے بلکہ اسی کا پروردہ اور دست نگر ہو—— کون نہیں جانتا کہ ہمارے ملک میں ایسے اداروں، اسلام نما جماعتوں اور شخصیات کی ایک کھیپ موجود ہے جو دن رات "جدید اسلام" کا پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف اور لوگوں کو اصل اسلام سے برگشتہ کرکے جدید اور بے اصل اسلام کا رسیا بنانے میں مصروف ہے چنانچہ اس کھیپ میں شامل افراد کا سارا زور اس بات پر صرف ہو رہا ہے۔ کہ اسلامی احکامات کو بدل دیا جائے، رنگ بدلتے زمانے کے مطابق ان کی تاویلات کی جائیں۔ اور اسلام کو اوامر و نواہی سے پاک کرکے صرف چند مذہبی رسوم کا مجموعہ بنا دیا جائے۔ پھر اس میں بھی ہر شخص کو اختیار ہو کہ وہ ان میں اپنی صوابدید کے مطابق ہیر پھیر کر سکے۔ گویا یہ بر خود قسم کے افراد، ادارے اور جماعتیں خود تو اپنے آپ کو قرآن مجید اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھالنے پر آمادہ نہیں مگر کتاب و سنت کے اصل منشاء اور تقاضوں کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اگر ان مسٹر اور محترمہ قسم کے افراد اور اسلام کے ٹھیکیداروں کا تجزیہ کیا جائے جو اس قسم کی ناپاک کوششوں اور سازشوں میں لگے ہوئے ہیں۔ تو یہ حقیقت کھل کر آجائے گی کہ ان کا اپنا مبلغ علم صرف چند اردو اور انگریزی کتابوں سے آگے نہیں ہے جو مستشرقین یورپ کی تصنیف کردہ ہیں لیکن لوگوں کو گمراہ کرنے اور اپنے دام فریب میں پھانسنے میں ایسے مشتاق ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے نظر آتے ہیں۔ اور دجل و تلبیس کا ایسا جال بچھاتے ہیں کہ نئی پود اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بہت کم افراد اس سے بچ کر نکل سکتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہماری نئی پود اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے افراد دین خداوندی اور کتاب وسنت کی صحیح تعلیمات سے قطعی بے بہرہ اور ناآشنا ہیں اور اس لئے کھرے اور کھوٹے اسلام میں تمیز نہیں کر سکتے۔ یہ حضرات ہر اس شخص کو جو اگرچہ مستند عالم نہ ہو اور اس نے کسی باخدا کے سامنے زانوئے ادب بھی تہ نہ کئے ہوں اسلام کا نمائندہ سمجھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً اس روش سے دین کے نام پر بے دینی کی جڑ ھ پھوٹتی ہے اور بالآخر مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہونے والوں کے لئے کفر سے کہیں زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے۔ واضح بات ہے کہ کفر کا علم تو سب مسلمانوں کو ہو جاتا ہے۔ اور وہ طبعاً اس سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں۔ لیکن گندم نما جو فروشوں کے دجل و فریب سے اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ بھی نہیں بچ سکتے اس کے برعکس علماء اس صورت کا رونا تو روتے رہتے ہیں اور تقریروں اور وعظوں میں بھی تجدید اسلام کے نام نہاد دعویداروں کو ضرور رگیدتے ہیں مگر فی الحقیقت کچھ بن نہیں پڑتا۔ پس اس صورت حال کے پیش نظر علماء کو چاہیئے کہ وہ اپنے تجربات پر نظر ثانی کریں۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ یہ دور تحریر کا دور ہے۔ سائنس کا دور ہے اور جدید علوم و فنون کا دور ہے۔ اس دور میں محض وعظوں اور تقریروں سے کام نہیں چلتا۔ وہ زمانہ گزر گیا۔ کہ جب لوگ اپنی نیک نفسی اور پاکیزگی کی بدولت ایک وعظ سن کر ہزاروں برائیوں سے تائب ہو جاتے تھے۔ اور ان میں نیکی اور بدی کا احساس موجود تھا۔ مگر یہ حِس ختم ہو گئی ہے، بے حیائی، عریانی اور مغرب زدگی اور مادیت سے گہرے انہماک نے لوگوں کے کردار یکسر بدل دیے ہیں۔ اور خود غرضی اور نفس پرستی اس قدر عام ہو گئی ہے۔ کہ ہر شخص صرف اپنے مفاد میں سوچتا ہے۔ ذاتی اغراض مقدم اور دین مؤخر ہو گیا ہے۔ اور اگر یہ کہہ دیا جائے کہ دینی قدروں کی عزت و عظمت سرے ہی سے ان کے دلوں اور دماغوں سے محو ہو چکی ہے۔ تو بے جا نہ ہوگا —— لہذا خود ہی اندازہ فرمایئے۔ کہ لادینیت اور مغربیت کے اس سیلاب کے آگے صرف تقریریں اور وعظ و نصائح کیا بند باندھ سکیں گے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ علماء کرام جدید ذہنی رجحانات کا جائزہ لے کر دین حق کی تبلیغ اور کتاب و سنت کی خالص تعلیمات کی نشرو اشاعت کے لئے کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز قدم اٹھائیں۔ اگر امام غزالی اور امام رازی رحمہم اللہ علیہم اپنے زمانے کے فلسفیوں کا علم کلام اور فلسفے سے رد کر سکتے ہیں۔ اور اپنے لٹریچر سے دشمنانِ اسلام

(باقی صفحہ ۶ پر)

مجلس ذکر

۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ بمطابق ۷ر اپریل ۱۹۶۷ء

غرور و تکبر ایک مہلک روحانی مرض ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

— مرتبہ: خالد سلیم —

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ہمیں ذکر اللہ کی دولت سے نوازا۔ حضرتؒ نے جو اپنے بزرگوں سے روحانی تربیت حاصل کی اور جو ان سے فیض حاصل ہوا یہ مجلس ذکر اس کا صدقہ جاریہ ہے۔ حضرتؒ ذکر اللہ کرنے کے بعد روحانی امراض کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے اور ان کو دور کرنے کے طریقے بتلایا کرتے تھے۔ روحانی امراض میں سے تکبر، بڑائی، غرور کا آج ذکر کرتا ہوں۔

وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کئی بڑے بڑے علماء علم کی نخوت اور تکبر کے باعث گمراہ ہوگئے اور میں نے ان کے ایمانوں کو بھسم ہوتے دیکھا۔ روحانی امراض اللہ والوں کی صحبت میں مدت مدید تک بیٹھنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد دور ہوتی ہیں۔ اگر علماء کو صحبت اولیاء میسر نہ ہو تو وہ روحانی لحاظ سے ایک جاہل کے برابر ہوتے ہیں۔ صحیح معنوں میں انسان اسی وقت بن سکتا ہے جب وہ اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر تزکیہ باطن کرائے۔

حضرتؒ اکثر فرمایا کرتے کہ:

"سب کچھ بننا آسان، سب سے مشکل بننا انسان۔ انسان بناتا ہے فقط قرآن اور انسانیت کا نمونہ ہیں فقط حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

آج صدر مملکت سے لے کر ایک معمولی چپڑاسی تک سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن عمل کے لحاظ سے بالکل صفر ہیں۔ ان کو قرآن کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں (الا ماشاءاللہ) صحیح معنوں میں مسلمان اور انسان وہی ہے جو خود عمل کرے نماز روزہ کی پابندی کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود نمونہ بن کر اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت عبادت اور ذکر اللہ کے باوجود عاجزی و انکساری اختیار کرتے۔ بارگاہ الٰہی میں رات کو گڑگڑاتے۔ غرور و تکبر اور بڑائی ان کے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم فرمائی کہ غرور و تکبر ہرگز نہ کرو۔ نیکی اور عبادت کی توفیق کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان جانو۔ غرور و تکبر نیکیوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ عاجزی و انکساری اختیار کرو۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ درخت کو جتنا زیادہ پھل لگتا ہے اس کی شاخیں اتنی ہی زیادہ جھک جاتی ہیں۔ اور درخت اپنا سر زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو ذکر اللہ اور عبادت و نیکی کی توفیق حاصل ہو تو اس کو اور زیادہ عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہیئے۔ اور پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ رحمت و برکت نازل ہو۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نجات صرف اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہوگی۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، کیا آپؐ کی نجات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہاں میری بھی نجات اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔

آپؐ نے یہ اس لئے فرما دیا کہ کہیں امت یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم چونکہ نمازی ہیں روزہ دار ہیں اور ذکر اللہ کرنے والے ہیں اس لئے ہماری نجات ضرور ہو جائے گی اور وہ اس طرح عبادت پر گھمنڈ نہ کرنے لگ جائیں۔ اور کہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کو نظرانداز نہ کر جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کی دعا ہر وقت کرتے رہنا چاہیئے۔ گناہوں کی معافی اور ایمان بالخیر کے لئے کثرت سے دعا کرنی چاہیئے۔ دعا کرنے سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ جب تک دعا قبول نہ ہو جائے مانگتے ہی رہنا چاہیئے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ دعا ہی اصل عبادت کا مغز ہے۔ اصل مقصود عبادت دعا ہی ہے۔ میری کوئی ایسی دعا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے قبول نہ کی ہو۔ میں بچپن سے ہر نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اولاد کو اور میری بیوی کو حقیقتہً آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا۔ ساری عمر میرا اپنی بیوی سے کسی قسم کا لڑائی جھگڑا یا تکرار بالکل نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے قرضہ سے نجات اور غنا کی بھی دعا کرنی چاہیئے۔ اگر اللہ تعالیٰ دولت عطا کرے تو اس کو نیک کاموں، نیک راہ میں خرچ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جو لوگ نیک اور فرمانبردار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں رحم کرتا ہے۔ اس کی جان نیک فرشتے قبض کرنے کے لئے آتے ہیں اور وہ اس دنیا سے ہنسی خوشی جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ٹھیک اور درست ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جن کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست نہیں۔ جو نافرمان اور بدکار ہیں ان کی جان بڑی تکلیف سے

(باقی صـ ۶ پر)

خطبۂ جمعہ

۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۹۶۷ء

مومن کو قیامت کا ڈر لگا رہتا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد!
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ○

(پ ۲۵ - س الشوریٰ - آیت ۱۸)

ترجمہ: اس کی جلدی تو وہی کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ خبردار بے شک جو لوگ جماعت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ لیکن جس کو اللہ تعالےٰ نے ایمان و یقین سے بہرہ ور کیا ہے وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں۔ اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے سے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کا یقین ہی نہیں وہ تیاری کیا خاک کرے گا؟ ہاں جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔

حاصل

یہ ہے کہ جن لوگوں کا قیامت کا یقین نہیں ہے وہ بے پروائی سے کہہ دیتے ہیں کہ اسے آنا ہے تو ابھی آ جائے مگر جو اس کا یقین کرتے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ آ کر رہے گی۔ اور ایک واقعی اور قطعی چیز ہے۔ پس جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑا کرتے ہیں وہ گمراہ ہیں اور گمراہی میں بہت دور نکل چکے ہیں۔

بزرگانِ محترم! ظاہر ہے قیامت کا آنا یقینی ہے کوئی مانے یا نہ مانے اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے جو ہو کر رہے گا اور ہر مومن قیامت کا خوف اپنے اندر رکھتا ہے۔

یاد رکھیئے! قیامت برحق ہے آج اس کے جھٹلانے والے موجود ہیں لیکن جب یہ آ موجود ہو گی تو اس کا کوئی بھی جھٹلانے والا نہ ہو گا۔ اس کے آنے کا وقت اللہ تعالےٰ کے علم میں مقرر ہے لوگوں کے اعتراض کرنے سے اللہ تعالےٰ اسے وقت سے پہلے ظاہر نہ فرمائینگے۔ سورہ سبا میں ارشاد ربانی ہے:-

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (آیت ۱۸)

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہ ایک گھڑی اس سے پیٹ کر جاؤ گے نہ مقدم ——

قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا

قرآن عزیز میں بتایا گیا ہے کہ قیامت اچانک آ جائے گی اور اس کی مقررہ تاریخ سے کسی کو باخبر نہیں کیا گیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے انسانی صورت میں آ کر حاضرین مجلس کی موجودگی میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ اس کو علم نہیں ہے جس سے سوال کیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اس بارے میں ہم تم دونوں برابر ہیں۔ نہ مجھے اس کے قائم ہونے کے وقت کا علم اور نہ تم کو ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی تو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے حکم ہوا:-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(پ ۹ - س الاعراف - آیت ۱۸۷)

ترجمہ: تجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تو کہہ، اس کی خبر تو میرے رب کے پاس ہی ہے۔ وہی اس کو اس کے وقت پر کھول کر دکھا دے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری بات ہے۔ جب تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی —— تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ تو کہہ اس کی خبر خاص اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

حاصل

یہ ہے کہ قیامت کے آنے کا وقت پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اس کو سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ لوگوں

کی اصلاح کے لئے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ بلکہ اس کا وقت نہ بتانے میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ ہر وقت اس سے ڈرتے رہیں۔ جب اس کا وقت آئے گا اللہ اسے کھلم کھلا سب کو دکھا دے گا۔ آسمان اور زمین میں یہ سب سے بھاری حادثہ ہوگا۔ اس کے علم کے برداشت کی کسی مخلوق میں طاقت نہیں۔ اگر اس کے آنے کا وقت مخلوق کو معلوم ہو جائے تو اُن کے لئے اپنا اپنا کام دشوار ہو جائے۔ جب اس کو آنا ہوگا بالکل اچانک اور بے خبری کی حالت میں آئے گی۔ اللہ کے رسول ایسی باتیں جاننے کی کوشش نہیں کرتے جو ان کو اللہ نے خود نہیں بتائیں۔ اس کا پورا پورا علم فقط اللہ کو ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے چھپانے میں کیا مصلحتیں ہیں۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ البتہ قیامت ضرور اس حالت میں قائم ہوگی کہ دو شخصوں نے اپنے درمیان (خرید و فروخت کے لئے) کپڑا کھول رکھا ہوگا۔ اور ابھی معاملہ طے کرنے اور کپڑا لپیٹنے بھی نہ پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (پھر فرمایا کہ) البتہ قیامت ضرور اس حال میں قائم ہوگی کہ ایک انسان اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر جا رہا ہوگا اور پی بھی نہ سکے گا، اور قیامت یقیناً اس حال میں قائم ہوگی کہ انسان اپنا حوض لیپ رہا ہوگا اور ابھی اس سے (مویشیوں کو) پانی بھی نہ پلانے پائے گا۔ اور واقعی قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ انسان اپنے منہ کی طرف لقمہ اٹھائیگا اور اُسے کھا بھی نہ سکے گا۔

مقصد یہ ہے کہ جیسے آج کل لوگ کاروبار میں لگے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے آنے والے دن بھی مشغول ہوں گے کہ اچانک قیامت آ پہنچے گی۔ جس روز قیامت قائم ہوگی وہ جمعہ کا روز ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز قیامت قائم ہوگی۔ ہر مقرب فرشتہ اور آسمان اور زمین اور پہاڑ اور سمندر یہ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں آج قیامت نہ ہو جائے۔

خلاصہ بیان کا یہ ہے کہ قیامت بہرحال قائم ہو کر رہے گی اور وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ اس لئے مومن ہر حال میں اُس دن کی تباہی سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو یادِ الٰہی میں شاغل رکھ کر اور خدا و رسول کے احکام کی تابعداری کر کے زادِ آخرت جمع کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے اور ہم پر ہر مشکل آسان فرمائے۔ آمین!

بقیہ: اداریہ

پر غلبہ پا سکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس دور کے علماء کرام نام نہاد مجددوں اور مفکروں پر غالب نہ آسکیں اور مخالفین کے دانت کھٹے نہ کر سکیں۔ بس ضرورت صرف اس بات کی ہے۔ کہ علماء کرام اپنے اختلافات سے قطع نظر بے لوثی، خلوص ایثار اور ایمان و عمل کی لازوال قوتوں سے لیس ہو کر ہمہ تن دین کے لئے وقف ہو جائیں اور وعظوں اور تقریروں کے علاوہ دین حق کو غالب کرنے کی دوسری راہیں بھی اختیار کریں۔ کیونکہ اگرچہ زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ مقاصد تو نہیں بدلتے مگر ذرائع اور وسائل بہر حال بدل جاتے ہیں —— غرض علماء کرام کے لئے لازم ہے کہ وہ موجودہ بے دینی کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید وسائل سے لیس ہو کر میدان عمل میں آئیں، قوم کو بیدار کریں مسلمانوں کو ان کا بھولا بسرا سبق یاد دلائیں۔ عوام و خواص کے دلوں میں دینی قدروں کی عزت و عظمت اپنے علم و عمل سے بحال کریں۔ جدید نظریات پر اسلام کی فوقیت علمی انداز میں لوگوں کے سامنے تحریر و تقریر سے ثابت کریں اور کھرے اور کھوٹے کے درمیان فرق کرانے کے لئے اپنے تفکر و تدبر کو کام میں لائیں —— ہماری رائے میں جدید رجحانات اور نت نئے فتنے علماء اسلام کے لئے ایک چیلنج ہیں اور ہم حالات کی نبض پر ہاتھ دھر کر یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس دور میں علماء کرام جب تک جدید وسائل اختیار کر کے میدان میں نہیں آئیں گے وہ کسی میدان کو سر نہیں کر سکیں گے۔

وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ: مجلس ذکر

نکلتی ہے۔ ان پر دنیا کی ہر چیز لعنت بھیجتی ہے۔ بدکار انسان جس زمین پر چلتا ہے، جہاں رہتا ہے جو چیز کھاتا اور پیتا ہے اور جس جانور پر سواری کرتا ہے غرض ساری مخلوق اس پر لعنت بھیجتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر گناہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

دہلی میں ایک شخص تین دن تک موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا رہا۔ وہ اس طرح کراہتا تھا، اور ایسی خوف ناک آواز پیدا ہوتی تھی جس طرح کسی بیل کے ذبح کرنے سے خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے سارے گھر والے اور محلہ دار اذیت میں مبتلا تھے۔ جب وہ مر گیا تو میرٹھ کے عیسائی آگئے کہ لاش ہم نے لے جانی ہے۔ کیونکہ یہ چند سال ہوئے عیسائی ہو گیا تھا۔ اور اس نے ہمیں لکھ کر دیا ہوا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش عیسائیوں کے حوالہ کر دی جائے ——

دنیا کے چند سکوں کی خاطر وہ مرتد ہو گیا اور سخت عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان اپنے خاص فضل و کرم سے باقی رکھے۔ اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ آمین!

مجلس تنظیم القراء کا قیام

۶ر اپریل بروز جمعرات جامعہ ترتیل القرآن میں زیر صدارت استاذ القراء سید حسن شاہ صاحب بخاری ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں تیس قراء نے شرکت کی اور ایک مجلس تنظیم القراء کا قیام عمل میں لایا گیا اور مندرجہ ذیل اراکین منتخب ہوئے۔

سرپرست قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری، صدر قاری محمد اللہ صاحب، نائب صدر قاری محمد یوسف صاحب، جنرل سیکرٹری قاری عبدالحی عابد صاحب، نائب سیکرٹری قاری عبدالشکور صاحب خازن قاری خلیل احمد صاحب، ناظم نشر و اشاعت قاری محمد اقبال صاحب

(سیکرٹری جنرل عبدالحی)

ماہِ محرّم ! ایک اہم مہینہ

مولانا شمس الحق صاحب مدرس دارالعلوم کراچی

سن ہجری کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ کا نام محرّم ہے جو ہجری سال کا پہلا مہینہ ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکامِ شرعیہ کو مقرر اور نافذ کرنے کے لئے جس طرح سال کے بارہ مہینوں کی تعداد کا تعین فرمایا ہے۔ اسی طرح ان بارہ مہینوں میں سے بعض مہینوں کی عزت و حرمت اور شرافت کو بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں محرّم کا مہینہ بھی شامل ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرًا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذالک الدین القیّم۔

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ہیں ادب کے، یہی ہے سیدھا دین۔"

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ جن چار مہینوں کو اس آیت میں ادب و احترام کے مہینے قرار دیا گیا وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے ہیں۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاث متوالیات، ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان" سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں چار مہینے ادب کے ہیں، تین مسلسل ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم ہیں اور (چوتھا) رجب مضر ہے جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔

اس جگہ صرف چار مہینوں کو ادب و احترام کے مہینے فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا مہینہ حرمت و تعظیم کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ مذکورہ چار مہینے ایسے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی قابل احترام شمار کئے جاتے تھے۔ اور اہل عرب جو اپنی وحشت و بربریت اور سفاکانہ خونریزی میں اپنی مثال آپ تھے ان چار مہینوں میں جدال و قتال سے گریز کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر اس زمانہ میں کسی کی اپنے ماں باپ کے قاتل سے مڈبھیڑ ہو جاتی تھی تو وہ اس سے بھی تعرض نہیں کرتا تھا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ان چار مہینوں کی حرمت و تعظیم کا حکم سب سے پہلے ملّتِ ابراہیمیؑ میں نازل ہوا۔ اور عرب جاہلیت کو ان مہینوں کا احترام وہیں سے ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کی حرمت کو برقرار رکھتے ہوئے صرف انہی کا ذکر فرمایا۔ ورنہ ماہِ رمضان کا فضل و احترام اور شعبان و شوال کے روزوں کے فضائل، آیات و روایات میں واضح طور سے موجود ہیں۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ماہ رمضان کا ماہ محرم سے افضل ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

افضل الصّیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرّم۔

ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے ماہ محرّم کے ہیں۔

ہمیں اس وقت صرف ماہ محرّم اور یوم عاشورا کی حدود احترام اور اس کے بارے میں منصوص احکام و عبادات کا جائزہ لینا ہے اور دیکھنا ہے کہ صاحب شریعت علیٰ صاحبھا التحیّۃ والتسلیم نے اس سلسلہ میں کیا ہدایات فرمائی ہیں۔

ماہ محرم اگرچہ پورا ہی عظمت و حرمت کا مہینہ ہے۔ مگر اس کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ خصوصی برکات و سعادات کا دن ہے اس دن کی عظمت و اہمیت کے پیشِ نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب فرمائی۔ صوم عاشورہ کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحاح میں متعدد روایات منقول ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا اس لئے ہم تعظیماً اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نحن اولیٰ بموسیٰ منکم وامر بصیامہ۔ (ابوداؤد)

ہم تمہاری بہ نسبت موسیٰؑ کے زیادہ قریب ہیں اور آپؐ نے اس دن کے روزہ کا حکم فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو ابوداؤد نے نقل کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں بھی صوم عاشورا رکھتے تھے۔ اس روایت میں آگے الفاظ یہ ہیں۔

فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ صامہ وامر بصیامہ فلما فرض رمضان کان ھوالفریضۃ و ترک عاشوراء فمن شاء صامہ و من شاء ترکہ (ابوداؤد)

ترجمہ: مدینہ آنے کے بعد بھی آپؐ نے صوم عاشوراء رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ کا حکم دیا۔ رمضان کی فرضیت کے بعد بس رمضان ہی فرض ہے اور عاشوراء کا وجوب ساقط ہو گیا۔ پس جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن موسیٰؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے روزے کو دوسرے ایام کے روزوں پر اور رمضان کے مہینہ کو دوسرے مہینوں پر ترجیح دیتے تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھتے۔ اور ہم کو بھی اس دن روزہ کی رغبت دلاتے اور ہم سے اس کا اقرار لیتے۔ لیکن رمضان کے روزے فرض

ہونے کے بعد آپ نے عاشورہ کے روزہ کا حکم نہیں دیا۔ اور ممانعت بھی نہیں فرمائی اور نہ ہم سے اس کا کوئی قول و اقرار لیا۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ اگرچہ اس وقت واجب یا فرض تو نہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک محبوب سنت اور بڑے اجر و ثواب کا عمل ضرور ہے۔

یوم عاشورہ کے سلسلہ میں روزہ کے علاوہ دوسری جس چیز کا ثبوت روایات میں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز اہل و عیال پر خورد و نوش میں فراخی اور کشادگی کرنے کی ترغیب فرمائی۔

مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں،

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وسّع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسّع اللہ علیہ سائر سنتہ۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے خرچ میں فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے لئے کشادگی فرمائیگا

اس روایت میں اگرچہ بعض محدثین کو کلام ہے مگر امام بیہقی اور ابن حبان کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث حسن کے درجہ میں ہے۔ یوم عاشوراء کے سلسلہ میں عوام میں بہت سی دوسری باتیں بھی مشہور ہیں جن کا صحیح روایات میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مثلاً:-

عاشوراء کے دن اللہ تعالیٰ نے جبرئیل، ملائکہ، آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔

عاشوراء کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے نجات دی۔

عاشوراء کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو رفیع الدرجات بنایا۔

عاشوراء کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔

عاشوراء کے دن اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے۔

عاشوراء کے دن قیامت برپا ہوگی۔

عاشوراء کے دن جس نے غسل کیا وہ مرض الموت کے علاوہ کبھی بیمار نہیں ہوگا۔

عاشوراء کے دن جس نے سرمہ لگایا اس کی پورے سال آنکھیں نہیں آئیں گی۔

عاشوراء کے دن جس نے ایک گھونٹ شربت پلایا تو گویا اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کی۔

عاشوراء کے دن جس نے اہل بیت کے مسکینوں کو پیٹ بھر کر کھلایا تو وہ پلصراط سے بجلی کی طرح گذر جائیگا۔

جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا۔ اس کے چالیس سال کے گناہ معاف ہوگئے

جس نے عاشوراء کی شب میں عبادت کی اس نے ساتوں آسمانوں کی مخلوق جیسی عبادت کی۔

علامہ ابن جوزیؒ نے اس قسم کی روایات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ موضوع اور بے اصل ہیں۔

عام طور سے لوگ ماہ محرم اور یوم عاشوراء کو اس لئے قابل احترام سمجھتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اندوہناک سانحہ اسی مہینہ اور اسی دن پیش آیا تھا۔ اور اسی مناسبت سے اس مہینہ میں بہت سی ایسی رسوم و منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے جو سراسر معصیت اور اس مہینہ کے احترام کے خلاف ہیں۔ حالانکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اس مہینہ میں پیش آنا بالکل ایک اتفاقی امر ہے جس سے اس مہینہ کے ادب و احترام کا کوئی تعلق نہیں۔

قرآن کریم میں جس جگہ ان ادب و احترام والے مہینوں کا (جس میں محرم بھی شامل ہے) ذکر کیا گیا ہے۔ وہیں ان کے مقتضائے ادب کو بھی بیان فرما دیا گیا ہے کہ :۔

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ

سو ان میں اپنے اوپر ظلم مت کرو۔

قرآنی اصطلاح میں شرک و کفر، شریعت کی مخالفت، حدود خداوندی سے تجاوز اور منکرات و منہیات کا ارتکاب ان تمام چیزوں کو ظلم کہا جاتا ہے۔ ظلم اور معصیت اگرچہ ہر زمانہ میں معیوب اور قبیح چیز شمار ہوتی ہے مگر ان مہینوں میں ان کے ادب و احترام کے پیش نظر خصوصیت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے

ماہ محرم کی مروجہ رسوم، تعزیہ سازی، سینہ کوبی، ماتم و نوحہ اور غیر اللہ کے نام کی سبیلیں وغیرہ جنہیں کار ثواب سمجھ کر انجام دیا جاتا ہے، نہ صرف یہ کہ ان کا قرآن و سنت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ ان میں سے بہت سے کاموں کو قرآن و حدیث نے صراحت کے ساتھ منع فرمایا ہے ان کے ارتکاب سے اس شہر محرم کے بےحرمتی اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ کی مخالفت ہوتی ہے۔

لہٰذا اس دن صرف وہی عمل باعث اجر و ثواب ہوگا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا غیر منصوص یا منکر عمل کر کے اجر و ثواب کی امید رکھنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

خلفائے راشدین نے اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی دلدہی اور دیکھ بھال کا ہمیشہ خیال رکھا حضرت علیؓ تو باپ ہی تھے علم و حکمت، شہسواری، شمشیرزنی، اور فنون حرب دونوں بھائیوں نے اپنے والد ماجد سے سیکھے تھے۔

ایک مرتبہ یمن سے حلے آتے تھے۔ جو لوگوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ جب لوگ یہ حلے پہن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کرنے آرہے تھے تو حضرت حسنؓ و حسینؓ بھی آئے مگر ان کے جسم پر حلہ نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ بے قرار ہو گئے اور فرمایا:-

"لوگو! تمہارے لباس پہننے سے مجھے خوشی نہیں ہوئی کیونکہ ان دونوں کے جسم پر مجھے حلے نظر نہیں آئے"۔

حضرت عمرؓ نے اسی وقت حاکم یمن کو دو قیمتی حلے بھیجنے کے لئے لکھا۔ جب وہ آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں کو پہنائے۔ اور فرط مسرت سے بولے:۔

"اب مجھے سچی خوشی حاصل ہوئی ہے۔"

(محمود احمد فاروقی)

قبلہ حضرت سرگودھوی نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ علیا میں

برگِ سبز

(مولانا قاضی عبدالکریم، کلاچی)

(٦)

ف: حضرت مرحوم نے ایک سال اپنے جامعہ سراج العلوم سرگودھا کے منصب شیخ الحدیث کو زینت بخشنے کے لئے عصر حاضر کے عظیم مفسّر، کبیر محدّث اور مشہور محقق شمس المشائخ حضرت العلّام مولانا شمس الحق صاحب افغانی متعنا اللہ تعالیٰ بطول بقائہم کو دعوت دی۔ آپ نے اس خیال سے کہ اہل جامعہ کا اعلان خلافِ واقعہ ثابت نہ ہو ایک ماہ کے لئے جامعہ میں بخاری شریف کا درس دینا منظور فرما لیا۔ چونکہ حضرت مدظلہٗ کو حق تعالیٰ نے علمی جلالت کے ساتھ ساتھ دنیوی وجاہت اور عظمت بھی عطا فرمائی ہے اس لئے اہل جامعہ نے آپ کی وزارتی اور آسودہ زندگی کا خیال رکھتے ہوئے شہر کے ایک کنارہ پر مستقل کوٹھی کرایہ پر لے لی تاکہ آپ شہر کے شور و غوغا سے علیحدہ سکون و آرام سے رہ سکیں۔ مگر الحمدللہ یہاں فقر اندر لباس شاہی کی تاریخ دہرائی جا رہی تھی۔

حضرت مدظلہٗ نے وہاں پہنچتے ہی دریافت فرمایا۔ نماز باجماعت کا کیا انتظام ہوگا۔ بتلایا گیا جو خادم آپ کے ساتھ رہیں گے ان کی معیّت میں جماعت ہوتی رہے گی۔ آپ نے اس آرام اور سہولت کے مقابلہ میں اس کو پسند فرمایا کہ جامع مسجد کے کسی حجرہ ہی میں رہیں تاکہ نماز جامع مسجد میں کثیر مصلین کے ساتھ ادا ہوتی رہے حضرت الاستاذ المرحوم پر حضرت افغانی مدظلہٗ کے اس استقامت کا گہرا اثر ہوا اور جیسا کہ چاہیئے تھا آپ نے اس کی پوری قدر فرمائی اور اپنی کمال پسند طبیعت کے عین موافق بنظرالغیب اپنے ہی حلقہ معتقدین میں اور کمال یہ ہے کہ حضرت افغانی دامت برکاتہم کے جامعہ سے تشریف لے جانے کے بعد نہایت فراخدلی سے اعتراف فرمایا کہ:۔

"اتباع سنت کا یہ شوق اور
درجات آخرت کی یہ حرص
حضرت افغانی کی ولایت کی
بڑی دلیل ہے۔"

مقصد تحریر تو حضرت سرگودھویؒ کی کمال پسندی پر اس واقعہ کا بیان کرنا تھا مگر ضمناً حضرت افغانی مدظلہٗ کا ایک اور واقعہ بھی یاد آگیا وہ بھی ہدیۂ ناظرین ہے۔

قلات میں وزارتِ معارف سے فارغ ہونے کے بعد اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے منصب شیخ التفسیر کو زینت بخشنے سے پہلے اس وسطانی فراغت میں عربی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت کے لئے حضرت ممدوح مدظلہٗ جب ملک کے طول و عرض میں تشریف لے جاتے تو آپ کے رفیق سفر ایک معمّر سفیدریش بزرگ ہوا کرتے تھے۔ علمار حضرات اور داعی صاحبان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے کہ یہ صاحب سفر میں مولانا کی کیا خدمت کرتے ہوں گے یہ تو خود اس قابل ہیں کہ سفر میں ان کی دستگیری ہوتی رہے۔ چنانچہ ایک قافلۂ علمار کے آخری حدی خواں حضرت مولانا عبدالحنان صاحبؒ راولپنڈی نے حضرت سے بے تکلفی میں کہا۔ حضرت اس کی وضاحت فرما دیں۔ کہ سفر میں اس معمّر بزرگ کی رفاقت سے آپ کو کیا سہولت رہتی ہے حضرت نے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جلسوں میں عموماً گیارہ بارہ بجے تک جاگنا پڑتا ہے، یہ بزرگ کسی وقت بھی سو جائیں تہجّد کے لئے ضرور وقت پر اٹھتے ہیں اور پھر مجھے اٹھانے میں مدد دیتے ہیں۔"

ہیچو ما اہل غفلت کے لئے خواندہ ناخواندہ برابر سہی مگر اہل بصیرت کا فیصلہ تو یہ ہے کہ

عطّار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

اس سلسلہ میں حضرت افغانی دامت برکاتہم کے ایک مکتوب مرغوب کی نقل نہایت مناسب اور باموقعہ معلوم ہوتی ہے حضرت متعنا اللہ بطول بقائہم نے احقر راقم غفرلہ کو ایک عنایت نامہ میں تحریر فرمایا:۔

"نہایت افسوس ہے کہ اب تک آپ کو برکات تہجّد سے محرومی ہے اور استقامت نصیب نہیں۔ ایسی صورت میں واردات اور کیفیات کی کوئی قیمت نہیں۔ بزرگوں سے معلوم ہوا ہے کہ بحیرہ روم کے سرد جزیرۂ مالٹا میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مع رفقاء کے اسیر تھے۔ سردی کا موسم تھا آخری رات میں حضرت شیخ الہندؒ پیرانہ سالی کی عمر میں چپکے سے نیند سے اٹھ جاتے تھے اور جمے ہوئے پانی کی ڈلی کو اپنی ہتھیلی میں پگھلا کر قابلِ وضو پانی میں تبدیل کرکے اس سے تہجّد کے لئے وضو کر لیا کرتے تھے حضرت مدنیؒ کو جب اس کا علم ہوا تو اس خدمت کو پھر وہی انجام دیتے تھے یہی تھی وہ استقامت اور حبس النفس علی المکارہ کا جذبہ جو تصوّف اور طریقت کی روح ہے۔ جس کے آگے باطنی انوار اور کیفیات کی کوئی قیمت نہیں۔ اور یہی استقامت قرب الٰہی اور وصول الی اللہ کی دلیل ہے نہ محض کیفیات کہ اس میں غیرمقرب بلکہ مردودین بھی شریک ہو سکتے ہیں —— انتہی

ایک دوسرے گرامی نامہ میں فرمایا ؎

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
ہرچہ کردم ہمہ از دولت قرآں کردم

بزم کا یہ ہیرو بحمداللہ دوسرے اکابرین کی طرح محراب رزم کا بھی تجربہ کار شاہسوار ہے —— ذکری فرقہ سے متعلق اپنے حدود اختیار "ریاست ہائے متحدہ قلات" میں اسلامی

(باقی ۱٦

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

اثر خامہ:- اکرم دہلوی — مرسلہ:- مولوی جمیل احمد صاحب میواتی

قسط دوم

حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری نے جن کی دوربین بصیرت بارہ برس پہلے ہی سمجھ چکی تھی کہ "مولوی یحییٰ کوئی چیز ہیں۔ گنگوہ جاکر وہ عمامہ جو آپ کو مرشد العرب والعجم حضرت حاجی صاحبؒ کے دست مبارک سے عطا ہوا تھا اپنے دست مبارک سے یہ کہتے ہوئے آپ کے سر پر رکھ دیا کہ اس کے مستحق تم ہو اور میں آج تک اس کا محافظ و امین تھا۔ الحمد للہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کر رہا ہوں اور بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔"

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ چونکہ آپ کی فطانت و ذہانت کو اس وقت جانچ چکے تھے۔ جب کہ آپ دہلی میں مسجد حسین بخش کے طالب علم تھے اور اس بارہ برس کی گنگوہ کی حاضری میں آپ کے تبحر علمی او استعداد کا مزید تجربہ کر چکے تھے۔ اس لئے مدت سے آپ اس بات کے متمنی تھے کہ مولانا یحییٰ صاحبؒ مظاہر العلوم میں درس حدیث کے لئے آجائیں — آخر آپ کی یہ تمنا پوری ہوئی اور مولانا یحییٰ صاحبؒ شروع میں تھوڑی ہی مدت کے لئے مظاہر العلوم میں تشریف لائے۔ اور کتابیں ختم کرا کے واپس گنگوہ تشریف لے گئے مگر حضرت سہارنپوریؒ کے مسلسل اصرار پر ۱۳۲۸ھ میں مستقل طور پر سہارنپور تشریف لے آئے اور کامل ساڑھے پانچ سال مدرسہ میں برابر درس حدیث دیتے رہے اور کبھی کوئی معاوضہ نہ لیا۔ حتیٰ کہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ کی شب میں ہیضہ میں مبتلا ہوئے۔ اور چند ہی گھنٹوں میں شہید ہو کر راہی عالم قدس ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون علم و عمل کا مجسمہ آن کی آن میں دنیا سے رخصت ہو کر ہمیشہ کے لئے گورستان حاجی شاہ میں سو رہا۔

آپ کی شادی حافظ محمد یوسف صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادی اور ایک نامور صاحبزادے حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ العالی یادگار چھوڑے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ کے یہ سب سے چھوٹے صاحبزادے ۱۳۰۳ھ میں کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ "الیاس اختر" تاریخی نام ہے۔ قرآن کریم کا اکثر حصہ والد صاحب سے نظام الدین ہی میں حفظ کیا کچھ ابتدائی کتابیں بھی والد صاحب سے ہی پڑھیں برادر محترم مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کے ہمراہ ۱۳۱۴ھ یا شروع ۱۳۱۵ھ میں گنگوہ آگئے اور انہیں سے پڑھنا شروع کر دیا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ ایک کامل استاد اور مربی تھے۔ وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کہ ہونہار بھائی یہاں کی صحبتوں اور مجلسوں کے فیوض سے پورے طور پر مستفید ہو۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت گنگوہیؒ کے خاص فیض یافتہ اور تعلیم یافتہ علماء گنگوہ آتے تو بعض اوقات بھائی میرا درس بند کر دیتے اور کہتے کہ اب تمہارا درس یہ ہے کہ تم ان حضرات کی صحبت میں بیٹھو اور ان کی باتیں سنو۔

حضرت گنگوہیؒ بالعموم بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ فراغت اور تکمیل کے بعد اس کی اجازت ہوتی تھی۔ مگر حضرت محمد الیاس صاحبؒ کے غیر معمولی حالات کی بناء پر ان کی خواہش اور درخواست پر بیعت کر لیا —

مولانا کی فطرت میں شروع سے محبت کی چنگاری تھی۔ آپ کو حضرت امام ربانی سے ایسا قلبی تعلق تھا۔ کہ آپ کے بغیر تسکین نہ ہوتی تھی۔ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رات کو صرف چہرہ دیکھنے کے لئے چلا جاتا زیارت کر کے پھر آکر سو رہتا حضرت گنگوہیؒ کو بھی آپ کے حال پر بے حد شفقت تھی فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ میں نے بھائی سے کہا کہ حضرت اجازت دیدیں تو میں حضرت کی خلوت کے اوقات میں باہر سہ دری میں بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں۔ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے حضرت سے ذکر کیا تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں الیاس کی وجہ سے میری خلوت اور طبیعت میں انتشار پیدا نہیں ہوگا

(انتخاب از تذکرہ حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۳۱)

حضرت مولانا فرماتے تھے کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا۔ حضرت سے عرض کیا تو حضرتؒ گھبرا گئے اور فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے بھی یہی شکایت حضرت حاجی صاحبؒ سے فرمائی تھی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا۔ — حضرت گنگوہیؒ نور اللہ مرقدہ کی یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے بھی خدا تعالیٰ نے دعوت و اصلاح کا وہ شاندار کام لیا جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

(آپ کے مفصل حالات کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی کی تالیف "مولانا الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت"

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

اخلاق و تصوف کا یہ آفتاب جہانتاب، علم و فضل کا یہ اتھاہ سمندر، حدیث کے بحر بیکراں کا یہ ماہر پیراک، اکابرین امت اور سلف صالحین کا یہ نمونہ، خاندان اسماعیلی کا یہ چشم و چراغ سنہ ۱۳۱۵ھ رمضان المبارک کی دس تاریخ کو جمعرات کی شب میں حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کے یہاں پیدا ہوا۔ بڑے خوش قسمت تھے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ ان عنایات ایزدی کے علاوہ جو ہمیشہ ان کے شامل حال رہیں۔ اس رحمت خداوندی کے بھی مستحق سمجھے گئے۔ کہ ایک نصیبہ ور نور نظر عطا کیا گیا۔ اپنی اس ہونے والی اولاد کے لئے مولانا محمد یحییٰ صاحب نے مچل مچل کر بارگاہ خداوندی میں کیا کچھ دعائیں نہ کی ہوں گی آخر خدا نے سن ہی لی اور وہ اپنے بندوں کی بہت ہی سننے والا ہے — حضرت زکریا علیہ السلام نے پکارا۔ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً

تو انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا عفیف اور نبوت سے سرفراز صاحبزادہ عطا..... کیا ۔مولانا یحییٰ صاحب نے اس کی بارگاہ میں التجا کی تو اُنہیں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی جیسا شیخ وقت عطا کیا جس سے آج ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے متعنا اللہ بطول حیاتہ وبقائہ۔

پرورش اور تربیت

بچپن اور نوعمری کا زمانہ انسان کی زندگی میں اس اعتبار سے بے حد اہم ہوتا ہے۔ کہ مقام و ماحول سے متاثر ہونے اور اخذ کرنے کا مادہ اس عمر میں جس شباب پر ہوتا ہے ۔ وہ زندگی کے کسی حصہ میں نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ سمجھ دار والدین عاقبت اندیشی سے کام لے کر اولاد کی ابتدائی نشوونما میں گہری دلچسپی سے کام لیتے ہیں ۔خصوصیت سے اس زمانہ میں جس کی فضائیں بھی مسموم ہو چکی ہیں ۔ اور جس کے متعلق عام طور پر یہ کہا جاتا ہے ۔ کہ اس چودھویں صدی میں معائب و مکارہ میں سے جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے ۔ اولاد سے متعلق والدین کی ذمہ داریاں اور فرائض بڑھ جاتے ہیں ۔حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیا اور اُن سے بہت خوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے وہ نہایت تجربہ کار اور ذہین آدمی تھے اُنہیں خوب معلوم تھا کہ بچہ کے اندر خرابیاں کس ڈھنگ اور کس راستہ سے سرایت کرتی ہیں انہوں نے اپنے بچہ کی تربیت کے موقعہ پر ایسے تمام راستوں کے سدباب کی پوری پوری کوشش کی اور اس کے لئے انہوں نے اپنی پدرانہ شفقت و محبت کو بالائے طاق رکھ کر وہ سب کچھ کیا جس کی اس وقت ضرورت تھی ۔ اور بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں پوری طرح سے کامیاب رہے ۔

حضرت شیخ مدظلہ کی ابتدائی تربیت کس ڈھنگ سے ہوئی اس کے متعلق خود حضرت شیخ سے ہی سنیئے فرماتے ہیں کہ:

"میری ابتدائی تربیت جن اصولوں کے ماتحت ہوئی وہ یہ تھے ۔ کہ مجھے سترہ برس کی عمر تک نہ کسی سے بولنے کی اجازت تھی نہ بلا معیت والد صاحبؒ یا چچا جانؒ کے کہیں جانے کی اجازت تھی اور اس کی بھی اجازت نہ تھی کہ میں اپنے اور اپنے اکابر کے شیخ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی مجلس میں بلا والد صاحبؒ یا چچا جانؒ کے ساتھ ہوئے بیٹھ سکوں کہ مبادا میں سبق کی جماعت میں یا حضرت کی مجلس میں کسی پاس بیٹھنے والے سے کوئی بات کر لوں مجھے دو تین آدمیوں کے سوا کسی سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی ۔ تنہا مکان جانے کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ جماعت کی نماز میں بھی مخصوص حضرات کی زیر نگرانی شرکت کرتا تھا ۔ اس دور کی آپ بیتی اگر میں سناؤں تو الف لیلہ و لیلہ بن جائے کہ کس قدر (حکیمانہ اور مصلحت آمیز) تشدد مجھ پر رہا اور کس قدر سخت مجرم قیدیوں کی سی زندگی گزری (کہ باہر کی زہریلی فضاؤں اور صحبتوں سے محفوظ رکھا جا سکے) اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے فضل نے مجھے نباہنے کی توفیق عطا فرمائی ۔ جس کی برکات اب دنیا ہی میں پا رہا ہوں مثال کے طور پر ایک قصہ لکھتا ہوں ۔ایک مرتبہ میرا نیا جوتہ مدرسہ میں سے کسی نے اٹھا لیا ۔ تو تقریباً چھ ماہ تک مجھے دوسرا جوتہ خریدنے کی ضرورت نہیں ہوئی ۔ کیونکہ اس مدت میں مجھے مدرسہ سے باہر قدم نکالنے کی نوبت ہی نہیں آئی ۔ مدرسہ ہی کی مسجد میں جمعہ ہوتا تھا ۔ اور مدرسہ کے بیت الخلاء میں ایک دو جوتے جو کسی کے پُرانے ہو جاتے ہیں وہ ڈال دیتا ہے جو اب تک بھی دستور ہے اس وجہ سے مجھے کسی ضرورت کے واسطہ بھی مدرسہ کے دروازہ سے نہ تو باہر قدم رکھنا پڑا اور نہ جوتے کی ضرورت ہوئی اس قسم کے سینکڑوں واقعات گزرے ہیں

(الاعتدال صفحہ ۳۳ تا ۳۴)

بچہ کی اول تربیت گاہ اگر والدین کی گود ہے ۔ تو اس کی دوسری اہم تربیت گاہ اس کی تعلیمی درسگاہ ہے۔ کچھ ہی دنوں پہلے دینی درسگاہوں کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے طلباء تکمیل کے بعد جب درسگاہ سے باہر آتے تھے ۔ تو وہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت سے بھی آراستہ ہوتے تھے ۔ مگر افسوس انحطاط زمانہ ہی دینی مدارس کا یہ طغرائے امتیاز بھی ختم ہو گیا ۔ مدارس میں ہر قسم کے طلباء ہم جماعت ہوتے ہیں ۔ اور اگر نگرانی نہ کی جائے تو بہت جلد ایک دوسرے رنگ میں رنگ جاتے ہیں ۔ جہاندیدہ اور مشفق باپ نے یہاں بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کیا ۔ اور بیٹے پر یہ قدغن لگا دی کہ جماعت کے ساتھ سبق میرے اور اپنے چچا جان کے علاوہ کسی دوسرے مدرس سے پڑھنے کی اجازت نہیں اور حقیقت بھی یہ ہے ۔ کہ علوم و فنون کے ان جیسے جید اساتذہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی ۔

تعلیم

ہندوستان کو دینی اعتبار سے جو خصوصیت حاصل ہو رہی ہے ۔ اسی کا ثمرہ ہے ۔ کہ یہاں ہر بچہ کے تعلیمی دور کی ابتداء کسی ایسے صاحب نظر سے کرائی جاتی ہے ۔ جس کی نظر اور توجہ تاحیات بچہ کے لئے خضر راہ ثابت ہو ۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب اگرچہ خود صاحب نظر تھے اور اپنے صاحبزادہ بلند اقبال کی بسم اللہ کرانے کے پورے مستحق تھے ۔ مگر ان کی بصیرت نے اس کام کے لئے ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب مظفر نگری کا انتخاب کیا جو امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے ۔ اُنہیں کے ہاتھوں اس زکریائے وقت کی رسم بسم اللہ ادا ہوئی — قرآن کریم اپنے والد صاحبؒ سے ہی حفظ کیا ۔ ان کی طرف سے یہ حکم تھا ۔ کہ سبق کو سو مرتبہ دہرایا کرو ۔ اس کے بعد بہشتی زیور اور فارسی کی کچھ کتابیں عم محترم مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پڑھیں ۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ امام ربانی کے وصال کے بعد مولانا محمد الیاسؒ پر زیادہ تر سکوت اور مراقبہ طاری رہتا تھا حضرت شیخ مدظلہ کا بیان ہے ۔ کہ:

> ہم اس زمانہ میں ان سے ابتدائی فارسی پڑھتے تھے ۔ ان دنوں ان کا یہ دستور تھا ۔ کہ حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کے روضہ کے پیچھے ایک بوریہ پر بالکل خاموش دو زانو بیٹھے رہتے تھے ۔ ہم لوگ حاضر ہوتے اور کتاب ان کے سامنے رکھ کر

انگلی کے اشارہ سے سبق کی جگہ تبلا کر سبق شروع کر دیتے جہاں ہم نے غلط پڑھا انگلی کے اشارہ سے انہوں نے کتاب بند کر دی اس کا مطلب یہ ہوتا کہ دوبارہ مطالعہ دیکھ کر لاؤ۔

(حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۲۳۵)

صرف کی ابتدائی کتابیں بھی گنگوہ ہی میں والد صاحبؒ سے پڑھ لی تھیں۔ ۱۳۲۰ھ میں جب مولانا یحییٰ صاحبؒ مستقل طور پر سہارنپور تشریف لے آئے تو آپ بھی ساتھ ہی آ گئے اور علوم و فنون میں مہارت تامہ یہیں حاصل کی۔ علم حدیث جہاں اپنے والد صاحبؒ جیسے ماہر اور جید استاد سے حاصل کیا وہاں محدث سہارنپوری حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بھی اپنی خصوصی توجہات سے نہ صرف اس علم ہی کے رموز و اسرار سے واقف کرایا۔ بلکہ علوم باطنی کے پرپیچ راستوں میں بھی آپ کی راہبری کی۔ والد صاحبؒ نے بچپن ہی سے جس توجہ اور احتیاط کے ساتھ آپ کی تربیت کی تھی اسی کا ثمرہ تھا کہ اس موقعہ پر آپ کو اس ریاض اور مجاہدہ کا سامنا نہ کرنا پڑا جو عام طور پر ایک سالک کو پیش آتا ہے — حجاز کے سفر میں حضرت سہارنپوریؒ نے اس کی بھی اجازت مرحمت فرمائی کہ چاروں مشہور سلسلوں میں خلق خدا کو بیعت کر کے ان کی بے کیف زندگیوں میں تجدید ایمان کے ذریعہ کیف و سرور پیدا کریں خاندان اسمٰعیلی کا علم و فضل اور معرفت کا جو آفتاب ۱۳۳۴ھ کے اواخر میں غروب ہوا تھا وہ جلد ہی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی شکل میں پھر دوبارہ طلوع ہوا اور آج بھی مردہ دلوں کو حرارت ایمانی کے ذریعہ ترو تازہ کر رہا ہے

مسند درس پر

محرم ۱۳۳۵ھ میں یعنی والد صاحبؒ کے انتقال کے ایک ڈیڑھ مہینہ بعد ہی آپ نے مظاہر العلوم میں مسند درس کو زینت بخشی۔ علوم و فنون اور خصوصیت سے علم حدیث میں آپ نے جو دستگاہ پیدا کی تھی۔ حضرت سہارنپوریؒ کو اس کا بخوبی اندازہ تھا۔ حجاز تشریف لے جاتے ہوئے بخاری شریف کے اجزاء جن مدرسین کے نام تقسیم کئے تھے۔ اُن میں آپ کا بھی نام تھا۔ حضرت کی اس تقسیم پر نیچے سے لے کر اوپر تک تمام مدرسہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ حضرتؒ کی تشریف بری کے بعد ناظم مدرسہ نے آپ کو بلا کر اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے بھی یہ فرما دیا کہ میں اس قابل کہاں وہ تو اُن کی شفقت ہے جو ایسی بات لکھ گئے ہیں۔ ناظم صاحب بیچارے پہلے ہی سے شش و پنج میں مبتلا تھے۔ ایک طرف طبیعت اس کو تسلیم نہیں کرتی تھی کہ یہ نو عمر مدرس بخاری کا حق ادا کر سکے گا دوسری طرف حضرت کا حکم تھا جو ٹالے نہیں ٹل سکتا تھا۔ آپ کو جو اپنا ہم خیال پایا تو اطمینان سے خاموشی اختیار فرما لی۔ حجاز سے واپسی پر جب حضرت سہارنپوریؒ کو اس کا علم ہوا کہ مولوی زکریا صاحبؒ کو بخاری شریف کے نہیں دئیے گئے تو سخت کبیدگی خاطر کا اظہار فرمایا اور یہاں تک ارشاد فرمایا کیا ہمیں اس کا سلیقہ نہیں کہ یہ پہچان سکیں کہ کون اس کام کے لائق ہے اور کون نہیں، یہ گویا آپ کی قابلیت اور لیاقت پر ایک مہر تھی۔ چنانچہ آپ نے اسی سال یعنی ۱۳۴۱ھ میں پہلی مرتبہ بخاری شریف کے تین جزء پڑھائے اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت کا انتخاب بالکل صحیح تھا اور یہ نو عمر مدرس دراصل اس کا مستحق تھا ۱۳۴۴ھ تک آپ مشکوٰۃ کا درس دیتے رہے۔ اسی سال آپ حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر ابو داؤد شریف اور احادیث کے دوسرے اسباق کے علاوہ بخاری شریف کا نصف اول بھی درس کے لئے آپ کے سپرد کیا گیا —— مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے وصال کے بعد بخاری شریف مکمل طور پر آپ کے حوالہ کر دی گئی۔ اور آج تک آپ اس عظیم المرتبت خدمت کو بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ اطال اللہ حیاتہ ونفع بعلومہ۔

آپ نے اب تک چار حج کئے ہیں پہلے تین اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی معیت میں اور چوتھا مولانا یوسف صاحبؒ کے ساتھ ۱۳۵۳ھ میں۔ سب سے پہلے آپ شعبان ۱۳۳۸ھ میں حجاز تشریف لے گئے اور حج سے فراغت کے بعد ۱۳۳۹ھ میں واپس ہوئے۔ دوسری دفعہ شوال ۱۳۴۴ھ میں جانا ہوا۔ اس دفعہ حج کے بعد اپنے شیخ کی خدمت میں ہی ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ تک مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں قیام فرمایا اور تیسرے حج سے فارغ ہو کر محرم ۱۳۴۶ھ میں واپس تشریف لائے۔ اولیاء اللہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہوتی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں آپ اس عمر میں جب کہ چلنے پھرنے سے تقریباً معذور ہو چکے تھے ۱۳۸۳ھ میں ایک مرتبہ پھر زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۳۸۴ھ میں پاکستان ہوتے ہوئے اپنے ان معتقدین کو جو مدت دراز سے آپ کے لئے تڑپ رہے تھے اپنی ایک جھلک سے شاد کام کر کے واپس تشریف لائے۔

مسند ارشاد پر

دینی درسگاہوں میں تشنگان علم کو جو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے انکار نہیں۔ لیکن ان کے ذریعہ سے عمومی اصلاح و تربیت کا کام نہیں لیا جا سکتا اور وسیع پیمانہ پر دینی اور روحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جا سکتی جو ایک شیخ وقت کا اصل منصب ہے اسی لئے خدا کے مخلص بندوں نے تعلیمی مشاغل کے ساتھ ساتھ بیعت و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور اس طرح ایک بڑی تعداد کو غفلت و جہالت سے نکال کر توبہ اور ان کے ایمان کی تجدید کرائی اور پھر ان ورثۃ الانبیاء نے اپنی نگرانی اور صحبت سے اُن میں خلوص للہیت، جذبہ اتباع سنت اور شوق آخرت پیدا کیا اور انہیں حقیقت ایمان اور مرتبۂ احسان سے روشناس کرایا۔ حضرت شیخ مدظلہ العالی کے یہاں بھی درس و تدریس کے ساتھ بیعت و تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور صرف اس پر اکتفا نہیں بلکہ آپ امت کی اصلاح کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ ایک طرف درس و تدریس اور بیعت و تربیت کا مشغلہ ہے۔ تو دوسری طرف آپ کا قلم ہے جو اس مدہوش امت کو جھنجھوڑنے اور اس کے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہے۔ اس سلسلہ میں ہم آپ کی تصنیف "الاعتدال" کا خصوصیت سے تذکرہ کریں گے جس میں ان خرابیوں اور کمزوریوں کا پوری طرح سے احتساب کیا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کی تباہی اور پریشانیوں کا اصل سبب ہیں۔ اور ان کے طریق علاج سے بحث کی گئی ہے (باقی آئندہ)

قسط (۳)

بات دُور چلی جائیگی۔ میں عرض یہ خدمت میں کر رہا تھا۔ کہ عذابِ الٰہی میرے بزرگو کبھی آتا ہے رحمت کی شکل میں، تو یہاں بھی اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ان پر بڑی رحمتیں بظاہر نازل کیں، وہ بڑے خوش ہو گئے کہ ہم سے شاید خدا راضی ہے۔ یہ ہمارا نبی ہمیں ویسے ہی ڈراتا ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم پہلے لوگوں کو ذرا سا پکڑتے ہیں، تنبیہ کرتے ہیں اگر وہ نہ سمجھیں تو پھر کیا کرتے ہیں؟ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط ہر چیز کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ بہتات کر دیتے ہیں حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا، جب وہ خوش ہوتے ہیں بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ٥ جب وہ خوش ہوتے ہیں، جب وہ اتراتے ہیں تو ہم ان کو پھر ایسا پکڑتے ہیں کہ پھر وہ نجات سے ناامید ہو جاتے ہیں۔

یہاں بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ دیکھو تم پہلی قوموں کو جن کو میں نے تباہ و برباد کیا۔ کیوں کیا؟ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ۔ ہم نے ان کو تباہ کیا ان کے گناہوں کی وجہ سے وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ٥ اور ان کے بعد دوسری امتوں کو پیدا کر دیا۔ کام تو میرا چلے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں میں نے ان امتوں کو تباہ کیا اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ٥ ان کے بعد میں نے دوسری امتوں کو کھڑا کر دیا۔ انہوں نے میرے دین کو سنبھالا۔

آگے یہ جو کہتے ہیں، حجت بازی کرتے ہیں کہ کوئی لکھا ہوا سرکلر لاؤ ہمارے پاس کہ تم خدا کے رسول ہو وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ اور اگر ہم اتار بھی دیتے آپ پر لکھی ہوئی بات کسی کاغذ میں فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ یہ ٹٹولتے اس کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔ کہ واقعی یہ کاغذ ہے ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ کاغذ ہے اور نیچے میری مہر بھی ہوتی۔ میں لکھ دیتا کہ اے دنیا والو! اے مکّے والو! میرا حکم ہے تمہارے نام، اے فلاں فلاں! نام بھی لکھ دیتا اور یہ کہہ دیتا کہ تم مانو کہ یہ محمد رسول اللہ میرے رسول ہیں تو وہ کیا کہتے؟ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ پھر بھی یہ منکر کہہ دیتے یہ تو کھلا ہوا جادو ہے جنہوں نے نہیں ماننا وہ پھر بھی نہ مانتے۔

یہاں چلتے چلتے میں ایک بات چھوٹی سی پوچھ لوں۔ یہ جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں تھا وہ کیا جانتے تھے قلم کیا ہے، وہ کیا جانتے تھے دوات کیا ہے، وہ کیا جانتے تھے کاغذ کیا ہے۔ اس لئے حدیثوں کے جمع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ میرے بزرگو! قرآن نے کیا کہا؟ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ یہ کس سوال کا جواب ہے؟ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ٥

قرآن مجید کے مطالعے کا طریقہ ہے جو ہمیں اکابر نے بتایا ہے کبھی ایک آیت کو دیکھ کر فیصلہ نہ کریں۔ ایک آیت کا جواب کہیں ہوگا، جواب کا سوال کہیں ہوگا۔ سوال کا جواب کہیں ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ط یہاں تک کہ ہم پر ایک سرکلر نازل کر دیا جائے۔ ایک لکھی ہوئی بات نازل کریں آپ۔ تُنَزِّلَ آپ نازل کریں، اللہ تعالےٰ سے کہیں۔ اور وہ کیسی بات ہو؟ نَّقْرَؤُهٗ۔ جسے ہم خود پڑھیں — تو پڑھنا جانتے تھے تبھی سوال کیا یا ویسے ہی سوال کیا؟ اس لئے قرآن نے جواب فرمایا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ط میں تو خدا کی بات تم تک پہنچاتا ہوں۔ اگر خدا نے مجھے یہ بھی دے دیا۔ تو میں دے دوں گا۔ جو مجھے خدا کہے گا میں تو وہی کہوں گا میں اپنی طرف سے تو کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

تو جب وہ لوگ میرے بزرگو! قرطاس جانتے تھے (کاغذ)، کتاب جانتے تھے (لکھی ہوئی چیز) اور لوح محفوظ (تختی) لوح قرآن میں آتا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ٥ جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے؟ جب جانتے تھے تو پھر قرآن کو بھی لکھا، حدیثوں کو بھی لکھا۔ یہ غلط الزام ہے، ویسے ہی اشاعت کی جاتی ہے اس بات کی۔ حدیثوں کا ذخیرہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدس میں خود موجود تھا۔ اور جب چلتے پھرنے والے ذخیرے خود موجود تھے تو پھر کتابوں کی کیا ضرورت تھی؟ ابوہریرہؓ کو کھڑا کر لیں، سینکڑوں حدیثیں سن لیں۔ کتاب تو موجود تھی۔ ہاں جب وہ دنیا سے جانے لگے تو انہوں نے اپنے سامنے حدیثوں کو مدوّن کرایا، جمع کرایا، اگرچہ وہ پرنٹنگ پریس کا زمانہ نہیں تھا کہ اس شکل میں ہوتا لیکن ذخیرہ ہائے احادیث یقیناً موجود تھا۔ حضرتِ معاذؓ سے متعلق ہے ان کی جب وفات ہونے لگی تو انہوں نے صحابہؓ کو بلایا اور ایک حدیث تھی اُن کے پاس۔ موت کے وقت یہ فرمایا کہ مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس وقت منع کیا تھا میں نے اس لئے اس وقت یہ بات تمہیں نہیں بتائی۔ اب تمہیں کہتا ہوں۔ تو علّامہ محی السنّہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ اس کی وجہ۔ اَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ تَاَثُّمًا عِنْدَ مَوْتِهٖ۔ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حیثیت کی خبر دی۔ اپنی موت کے وقت۔ تَاَثُّمًا، گناہ سے بچنے کے لئے، کہ کتمانِ علم نہ ہو جائے۔ اللہ

نے فرمایا کہ میری طرف سے علم کو پھیلاؤ تو انہوں نے موت کے وقت جو اپنے پاس حدیث تھی وہ بتا دی۔ اسی طرح صحابہؓ نے بتائی بھی ہیں، صحابہؓ نے لکھائی بھی ہیں جو ہمارے پاس منقح شدہ قرآن مجید کے بعد ذخیرۂ احادیث موجود ہے۔ یاد رکھیے یہ سارے کا سارا ذخیرۂ احادیث بالکل صحیح ہے اور مسلمانوں کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان میں تنقیدیں یا تنقیحیں کرتا پھرے۔

تو ارشاد فرمایا۔ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا تو ضرور کہہ دیتے یہ کافر۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اچھا، پھر یہ کہتے ہیں کوئی فرشتہ آئے ہم پر۔ فرشتہ آ کر ہم سے کہے۔ کہ یہ محمد میرے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) آتا ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتا ہے۔ ہمارے پاس بھی تو آئے۔ قرآن جواب دیتا ہے۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ ط اور یہ کہتے ہیں کیوں نہیں نازل ہوتا اللہ کے اس نبی پر کوئی فرشتہ۔ یہاں پر فرشتے سے مراد یہ ہے کہ ہم بھی اس فرشتے کو دیکھیں ہمارے ساتھ بھی بات چیت کرے۔

وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَکًا، اگر ہم ایسے فرشتے نازل کر دیتے جن کو یہ بھی دیکھ لیں۔ اور یہ ان کے ساتھ اپنی چھیڑ چھاڑ بھی کریں، جیسا کہ قوم لوط نے لوط علیہ السلام پر نازل ہونے والے فرشتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تھی تو پھر کیا ان کا بھلا ہوگا۔؟ — نہ — لَقُضِیَ الْاَمْرُ۔ پھر ان پر میرے عذاب کا فیصلہ ہو جاتا۔ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ۝ اور پھر ان کو توبہ تک کی بھی مہلت نہ دی جاتی۔ اگر یہ کہتے ہیں تو ہم بھیج دیتے ہیں۔ اور پھر دوسری بات ہے۔ میرے حبیب! یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا۔ اگر ہم آپؐ کے پاس آنے والے فرشتے کو وَلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا۔ اگر ہم آپؐ پر آنے والے اس رسول کو فرشتہ بنا کر بھیجتے لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا۔ پھر بھی اس کو انسانی شکل دے کر بھیجتے۔ کیونکہ فرشتے کو فرشتے کی شکل میں تو یہ نہیں دیکھ سکتے، اجسام نوریہ ہیں۔ ہم ان کو پھر انسان کا لباس دے کر بھیجتے۔ لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا مرد بنا کر بھیجتے۔ کہ آپ پر وحی لانے والا ہے تو پھر ان کو وہی اشکال ہوتا — وَلَلَبَسْنَا عَلَیْھِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۝ اُس صورت میں بھی ہم ان کو اُسی شبہے میں ڈال دیتے جس میں یہ اب مبتلا ہیں۔ پھر یہ کہتے کہ یہ تو فرشتہ نہیں یہ تو بندہ ہے۔

اب فرشتے کو دیکھے کون؟ فرشتے کو تو تبھی دیکھ سکتے ہیں کہ انسانی شکل میں ہوتا۔ تو انسانی شکل میں تو آپ بھی ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ تو کہتے ہیں فرشتہ آئے، فرشتہ بھی اپنی اصلی شکل میں آئے۔ ان کی دیکھنے کی مجال نہیں ہے اور انسانی شکل میں آئے تو یہ اعتراض کریں گے۔

اس لیے میرے حبیبؐ! صبر کیجئے دیکھئے کیا بنتا ہے۔ وَلَقَدِ اسْتُھْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ۔ اور یہ بالکل یقینی بات ہے۔ ٹھٹھا کیا گیا، باتوں باتوں میں اڑایا گیا ان تعلیمات کو جو لے کر آئے سارے رسول آپ سے پہلے۔ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ، جتنے بھی رسول دنیا میں آئے، قوم نے کسی رسول کی بات کو اچھے دل کے ساتھ نہیں مانا۔ ٹھٹھا کیا، مذاق کیا، کچھ مسلمان ہوئے۔ کچھ کافر نے، فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ۝ پس آ پڑا ان لوگوں کو وہ عذاب جس عذاب کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے وہ ان پر آ پڑا۔ اسی طرح مکے والوں پر بھی عذاب آئے گا۔ اگر یہ آپؐ پر ایمان نہ لائیں گے۔

بڑے خوش نصیب تھے مکے والے۔ چند انسان بدنصیب تھے جو جہنم رسید ہوئے۔ کچھ بدر میں مارے گئے، کچھ اُحد میں مارے گئے اور پھر دو تین آدمی فتح مکہ کے دن مارے گئے۔ باقی اکثریت نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ لیا۔ جب مکہ فتح ہوا، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ طریقے پر داخل ہوئے تو تاریخوں میں، سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ دس ہزار انسانوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا جس کی بشارت دی ہے قرآن مجید نے —

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ جب اللہ کی مدد آئے گی اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا تو آپؐ دیکھیں گے کہ لوگ دین کے اندر فوج در فوج داخل ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ حضرات نے جو تکلیف کی اللہ آپ کو اس کا اجر دے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ط مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اعجازِ قرآن

محمد یعقوب علی صوفی بی۔ اے گوجرانوالہ

گوشِ عالم کے لیئے فطرت کی تو آواز ہے
روح کو بیدار کرتا ہے سدا نغمہ ترا

تیری ہر آیت میں ہے وجد آفریں کیف و سرور
مست و بیخود کیوں نہ ہو پھر چاہنے والا ترا

کائناتِ دل مسخر ہے تیرے نغمات سے
معجزے سے کم نہیں یہ نکتۂ یکتا ترا

قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتا ہے تو
تا قیامت یہ رہے گا معجزہ زندہ ترا

صانعِ کونین کی ہستی کی دی تو نے خبر
قابلِ تردید ہو سکتا نہیں دعوےٰ ترا

تجھ سے وابستہ ہوتے انسان کے قلب و ضمیر
مردِ حق بیں ہو گیا دیوانہ و شیدا ترا

ہیں زمین و آسماں روشن تیرے انوار سے
کارفرما ہے دلوں میں جلوۂ رعنا ترا

ہیں گلستاں میں ترے کھلتے رنگیں چار سو
جن کی ہر پتی پہ ہے عکسِ رخِ زیبا ترا

صوفی تو نے جو کیئے اوصافِ قرآنی بیان
ہو رہا ہے اہلِ دل کی بزم میں چرچا ترا

اسلام اور نظامِ معیشت

حامداً و مصلیاً - زیر نظر مقالہ حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم کی بلند پایہ تقریر ہے جو آپ نے چند دن ہوئے مدرسہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں ایک عظیم اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی - ناظرین با تمکین سے گزارش ہے کہ اس تحریر میں اگر کوئی ظاہری یا معنوی کمی پائیں تو اسے ناقل کی کوتاہی یا فروگذاشت پر محمول فرمائیں اور اس کے گرانقدر جواہر کو حضرت مولانا موصوف کے حسن کمالات کا ایک ادنیٰ کرشمہ سمجھیں - اللہ تعالیٰ ہمیں چشم بصیرت عطا فرمائیں - (آمین) (ناقل: عبد المجید غفرلہٗ، جامعہ رشیدیہ، ساہیوال)

خطبہ مسنونہ اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۝ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ (آیت ۳۱-۳۲)

برادرانِ اسلام! پچیسویں پارے کی سورہ زخرف کی یہ آیتیں ہیں جن میں زمانہ کا ایک ضروری مسئلہ بیان کیا گیا ہے - اس سے پہلے جلسہ میں ایک اہم عالمی مسئلہ (امن عالم اور اس کا حل) بیان کیا گیا تھا - تمام دنیا امن، امن پکارتی اور چلاتی ہے مگر یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا - قرآن نے اس کا حل پیش کیا ہے - اور اس طرح پوری دنیا جس مسئلہ کو حل کرنا چاہتی ہے وہ انسان کا معاشی مسئلہ ہے جسے اس جلسہ میں بیان کرنے کا ارادہ ہے گویا آج کا موضوع روٹی کا مسئلہ ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ پگڑیاں تو بندھوالتے ہیں مگر روٹی کا مسئلہ حل نہیں کرتے - یہی وہ مسئلہ ہے جس کے سامنے کل دنیا نے سپر ڈال دی - حل فقط قرآن نے پیش کیا - تہذیب یورپ کی بنیاد خدا دشمنی پر ہے اس مسئلہ میں بھی یورپ اور امریکہ کا نظام اسی بنیاد پر قائم ہے - قرآن میں ہے - وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝ (پ ۲۷ ع ۲)

حاصل آیت یہ ہے کہ بندگی انسان کے ذمہ ہے اور روٹی رحمٰن کے ذمہ ہے مگر تہذیب یورپ نے جواب دیا کہ ہم بندگی اور عبادت تو نہیں کرتے البتہ روٹی کا مسئلہ حل کریں گے - گویا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کی چیز خود سنبھال لی - اور اپنے ذمہ کی چیز پھینک دی - اقوام متحدہ نے ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء کو ایک رپورٹ شائع کی جس میں یہ بتایا گیا کہ کل انسانی آبادی اڑھائی ارب ہے جس میں سے نصف آبادی (۵۰ فیصد) فاقہ کشی اور بیماری میں مبتلا ہے - اللہ تعالیٰ سے چھین کر خود سنبھالنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ آدھا کنبہ بھوک کا شکار ہوا - حدیث شریف میں ہے - اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ - یعنی جب کوئی امر اس کے نااہل کے سپرد ہو جائے تو اس امر کی ہلاکت اور قیامت آئی سمجھو -

معاش اور رزق کا مسئلہ خالق کائنات نے اپنے ذمہ لیا تھا اور ظاہر ہے کہ خالق کا کام مخلوق کے کاموں سے مشکل ہوگا مگر نااہلوں نے اپنے آسان کام کو چھوڑ کر خالق کا مشکل کام اپنے ذمہ لے لیا جس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا ایک اناڑی اور ناواقف آدمی اگر موٹر چلانے لگے تو چند لمحات میں گاڑی اور سواریوں کا کام تمام کر دے گا - اکبر نے کہا ہے ؎

تھے فکر میں کیک کی سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی بڑی چیز سو چھوٹی بھی گئی
تھا قصد کہ پتلون ملے گی سب کو
لیکن اس کے بدل میں لنگوٹی بھی گئی

اب اس کے متعلق دو چیزیں سمجھنے کی ہیں ۱- اسباب معاش ۲- ضوابط معاش - یعنی یہ بات کہ معاش حاصل کن اسباب اور ذرائع سے ہو اور پھر اس کی تقسیم اور استعمال کن ضابطوں اور طریقوں کے ماتحت ہو - یہ انسانیت کی بدقسمتی ہے کہ اس نے قرآن سے رُخ موڑ لیا ہے - جب تک قرآن کی طرف رُخ نہ ہوگا مشکلات کا حل اور مصائب سے نجات نہ ملے گی - اور آج جب کہ مسلمان نے منہ موڑ رکھا ہے تو کافر کیسے اس کی طرف رُخ کرے گا - باقی قرآن آبحیات ہے اس کا تو کچھ نہیں بگڑیگا تم پیاسے مروگے -

معاش کا مسئلہ عالمگیر مسئلہ ہے - پہلی جنگوں کے لئے اور مستقبل میں ہونے والی جنگوں کا بنیادی یہی روٹی کا مسئلہ ہے - جس کا حل غلط اختیار کیا گیا ہے - نصف دنیا نے اس کا حل اشتراکیت پیش کیا ہے - سرمایہ داروں نے جدا حل پیش کیا تمام دنیا ان دو پاٹوں کے درمیان پس رہی ہے - سرمایہ دارانہ نظام مرغی ہے اور اشتراکی نظام اس کا بچہ ہے - مگر دونوں نظام اس مسئلہ کے حل میں ناکام رہے - کیونکہ ۱۵ مئی ۱۹۵۲ء کی رپورٹ میں دونوں نظام شریک اور موجود تھے - اور رپورٹ یہ ہے - کہ آدھی دنیا فاقہ کشی میں مبتلا ہے - نصف دنیا میں نظام اکتنازیت (سرمایہ دارانہ نظام) جاری ہے اور باقی میں اشتراکیت ہے مگر مسئلہ حل کرنے میں دونوں ناکام - وجہ یہ ہے کہ انسان کا ہر فیصلہ جذباتی ہے اور ہر جذباتی فیصلہ غلط ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے - یورپ و امریکہ کے نظام کی روح یہ ہے کہ فرد کو اٹھایا اور بلند کیا مگر جماعت کو ختم کر دیا - مصلحت جزئیہ کو مصلحت کلیہ پر مقدم رکھا - ایک شخص کی ترقی کا انتظام کیا مگر باقی انسانی دنیا کو ختم کر دیا - سود کا نظام جاری کیا اور صنعت کاری کا سلسلہ اور صنعت کے لئے دولت کی اور پھر سرکاری اجازت کی ضرورت ہے جو امیر کو بآسانی حاصل ہوتی ہیں اور غریب ناکام ہوتا ہے - مالدار نے آمدنی بڑھانے میں سرمایہ

کو لگایا ایک کارخانہ سے دو کئے پھر تین کئے پھر چار۔ اسی طرح بڑھاتا رہا۔ اور جو رقم ادھر سے بچی اسے بنک میں جمع کیا کہ سود کے ذریعہ اسے بڑھائے غرض سرمایہ دار بے حد درجہ تک مالدار بنا اور غریب پس گیا۔ اس نظام کی تقسیم دو گروہوں پر ہے ۱۔ الامراء۔ ۲۔ والفقراء۔ حکومت میں بھی اس تقسیم کا اثر پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے پیش نظر دار الامراء اور دار العوام قائم کئے گئے ہیں۔ دار الامراء سے جب تک کوئی بات پاس نہ ہو جائے دار العوام کی کسی بات کو کچھ اہمیت نہیں دی جاتی اور اس کے مقابلہ میں اسلام غریب کی اہمیت کا منکر نہیں جب کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ریلوے میں سڑکوں پر، کارخانوں میں، ملوں اور دیگر صنعتوں میں تمام جگہ مزدور اور غریب ہی کام آتا ہے بلکہ اسلامی نظام میں ۹۰ فیصد غریب پروری ہے۔ اشتراکی نظام میں اس قسم کا اخلاق پر اثر کیا

ہے؟ صفات انسانیہ کس قدر متاثر ہوئیں۔ تفصیل طلب باتیں ہیں اور یہ امر تو بالکل واضح اور نمایاں ہے کہ اس نظام سے مال کی محبت قلوب میں خوب خوب سمائی۔ اللہ تعالےٰ کی محبت، والدین و اقربا کی محبت، دین و مذہب کی محبت سب ختم ہوئی جن کا سبق اسلامی تعلیمات نے دیا۔ یورپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ نظام ہمیشہ نہیں چل سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کارل مارکس کو جو اشتراکیت کا بانی ہے سرمایہ دارانہ نظام کے پیٹ سے پیدا کیا ؎

گر فہمی کہ چوں شاہیں بلند پروازی
بہ ہوش باش کہ صیادِ ما کہن دام است

مگر یہ اشتراکی نظام بھی جذباتی ہے اس نظام والوں نے سوچا کہ پہلے نظام والوں نے چند افراد کو امیر ترین اور باقیوں کو غریب ترین بنایا ہے۔ تو اب اصل حل تو یہ تھا کہ غریب کو امیر بنایا جاتا، مگر یہ اپنے بس کی بات نہ تھی اس لئے بنیاد یہ رکھی کہ امیر کو غریب بناؤ۔ لہٰذا

تمام اسباب معاش کو اپنے قبضہ میں لینا شروع کیا کہ حکومت تمام اسباب معاش پر قبضہ کرے گی۔ اور پھر آمدنی یکساں تقسیم کرے گی۔ مگر یہ صورت یکسر جذباتی ہے۔ اسلام قانونِ فطرت ہے جو جذبات پر نہیں بلکہ حکمت پر مبنی ہے۔ اشتراکیت نے جہاں ملکیت وغیرہ کو ختم کیا مذہب کو بھی ختم کر دیا ؎

کردہ ام اندر مقاماتش نگاہ
لا سلاطین، لا کلیسا، لا الٰہ
فکر او در تند بادِ لا بماند
مرکبِ خود را سوئے الا نہ راند
لا و الا برگ سازِ امتاں
نفی بے اثبات مرگ امتاں

مگر فطرت نے روس کے بھی تھپیڑ لگایا اور وہ بھی اپنے نظام میں ناکام رہا۔ دراصل مذہب کا انکار فطرت انسانی کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اسلام نے پہلے بنیادی بات کر لیا یعنی ۱۔ تعیینِ حقوق انسانی ۲۔ تعیینِ حیثیت انسانی کہ انسان کے حقوق کیا ہیں۔

بقیہ: برگِ سبز

حکم نافذ کرنے پر جب اس وقت کے وزیر قانون چیں بجبیں ہوتے اور حکم واپس لینے کی خواہش کی تو آپ نے دو ٹوک لفظوں میں فرمایا:۔

"یہ حکم اس وقت واپس لیا جا سکتا ہے جب کہ معاذ اللہ اسلام کو چھوڑ دینے کا ارادہ ہو"

وزارت معارف کے شرعی فیصلوں کے خلاف جب ہائیکورٹ "غیر پابندِ شرع عدالت" میں اپیل دائر کرنے کی قانونی اجازت ہونے لگی تو آپ نے تمام وزارتی سہولتوں اور پنشن وغیرہ کے فوائد میں کھلا خسارہ آ جانے کی پرواہ کئے بغیر بلا کسی تردد یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ "اس میں شرعی فیصلوں کی توہین ہے"۔

حق گوئی کی مثالیں اس زمانہ میں بھی مل سکتی ہیں اور شیرانِ حق گو کی کمی سہی مگر نیستی نہیں اور الحمد للہ کہ انہیں کے دم خم سے اہل اسلام کی عزت باقی ہے۔ "کثرھم اللہ سوادًا" لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حق کہنے سے مشکل تر حق پژوہی اور حق پرستی ہے۔ میری مراد اس سے یہ ہے کہ حق کہنا جتنا مشکل ہے

اس سے بہت زیادہ مشکل کسی بڑی شخصیت کے لئے حق کا قبول کرنا ہے۔ کہیں کچھ تساہل، تغافل یا کوئی لغزش ہو گئی پھر مردانِ حق گو اور بڑے بڑے داعیانِ حق کو آپ دیکھیں گے کہ حق قبول کرنے سے کترائیں گے تاویلات اور تسویلات کے طومار ہوں گے۔ دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے جائیں گے اور اپنی بات پر اڑے رہیں گے۔ اہل استقامت اہل اللہ ہی کو یہ توفیق نصیب ہوتی ہے کہ وہ حق سن کر فوراً ٹھیر جاتے ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خاص ادا تھی۔ وکان وقافا لکتاب اللہ۔

حضرت اقدس دام مجدہٗ کو اس سنت سنیہ فاروقیہ پر عمل کرنے کا اس طرح موقع ملا۔ کہ صدر ایوب کی حکومت نے آئینی سوالنامہ شائع کیا۔ لاہور میں انیس علماء کے نام سے ایک جواب نامہ شائع ہوا اس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ نے یہ باور کرتے ہوئے کہ ۱۹۵۶ء کی دستور کی مع ترمیمات علماء کی سفارش کی گئی ہے دستخط فرما دئے لیکن حقیقت معلوم ہوئی تو تاخیر کئے بغیر فوراً صدر آئین کمیشن کو ایک مکتوب کے ذریعے مطلع فرمایا:۔

"۱۹ علماء کے جوابات میں ایک فروگذاشت رہ گئی ہے اور وہ یہ کہ ۱۹۵۶ء کے دستور کی حمایت اس شرط سے مشروط ہے کہ ۱۹۵۶ء کا دستور مع ترمیمات علماء"

۱۹ علماء میں نحن مصلحون کے مدعیوں کے علاوہ کئی علماءِ دین اور ارباب تقویٰ بھی موجود ہیں۔ مگر فروگذاشت کے اقبال اور اظہار کا سہرا اسی صاحبِ عزیمت و استقامت بزرگ کے سر ہی رہا ؎

ان الصدقۃ والشجاعۃ والندی
فی قبۃ ضربت علی ابن الحشرج

حضرت سرگودھویؒ کے ذکر خیر میں جس طرح بہت سے سابقین کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ عنوان حاضرین میں حضرت اقدس افغانی مدظلہٗ جو کہ بحمد اللہ زینتِ احیاء ہیں کے واقعات کی طرف بھی کچھ اشارات مناسب معلوم ہوتے۔ خدا کرے حضرت کے لئے باعث تکدر نہ ہوں۔ ہم چند ہی سالوں میں کتنے ینابیع رشد و ہدایت اور یعاسیب دین و حکمت سے محروم کر دئے گئے۔ کاش کہ ان موجودہ اہل اللہ سے ہم فیض لے سکیں۔

(باقی آئندہ)

اور اس کا اپنا منصب اور مقام کیا ہے اور تیسری بات یہ کہ زندگی کے وسائل اور مال و دولت کے متعلق فطری قانون کیا ہے؟ کہ وہ متحرک رہیں یا ساکن۔ متحرک تو اس طرح کہ کسی ایک شخص کی ملک میں بند ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ ایک سے دوسرے تک پہنچتے رہیں۔ اور سکون یہ کہ سیٹھ صاحب کے بنک میں بند ہیں۔ جن کے لئے غیر کی ملک میں منتقل ہونا منع ہے۔ یہ مسئلہ قرآن نے حل کیا ہے کسی مسٹر یا پتلون کے بس کا نہیں بلکہ خدا تعالے کے بس کا ہے جس نے قرآن پیش کیا اور قرآن مولوی کے ہاتھ میں ہے جس سے نفرت عام پائی جاتی ہے۔ غرض مال ساکن رہے یا متحرک اور پھر حرکت بھی مصارف خیر میں ہو یا شر میں، مصارف نافعہ میں ہو یا ضارہ میں، جائز مقام پر ہو یا ناجائز پر کل تین احتمال ہیں۔ قرآن سے ضمناً بھی اور صراحتہً بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مال حرکت کر کے ایک دوسرے تک پہنچتا رہے، ساکن نہ رہے۔ ایک دفعہ سوچنے پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ ایک تو شخصی زندگی ہے اور ایک اجتماعی تو خیال آیا کہ انفرادی یا شخصی زندگی کے لئے جیسے خون کی ضرورت ہے اجتماعی زندگی میں مال کو خون ہی کا مقام حاصل ہے قرآن پاک میں ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا تو معلوم ہوا کہ مال مقوّم حیات ہے جس طرح خون مقوّم حیات ہے — اب سوال یہ ہے کہ خون اگر دل کے صندوق میں مقفل ہو کر رہ جائے تو زندگی کیسے ممکن ہے تو جس طرح انفرادی اور شخصی وجود میں خون کی گردش حیات کے لئے ضروری ہے ورنہ حیات ختم ہے ایسے ہی اجتماعی وجود میں مال کی گردش ضروری ہے کہ جائز طرف سے ایک دوسرے تک پہنچے۔ ارشاد ہے۔ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ط کہ مال کی حرکت اغنیا کے محدود دائرہ میں نہ رہے بلکہ تمام افراد تک پہنچے۔ غرض مال کا متحرک ہونا ایک فطری امر ثابت ہوا تو قانون فطرت بھی وہی ہوگا جو مال کی فطری حرکت کو قائم رکھے اس میں سکون نہ آنے دے تو اسلام نے قانون زکوٰۃ پیش کیا کہ تمام مال ایک ملک میں ساکن رہنے کی بجائے سال بعد اس کا ۱/۴۰ یا ۲½ فیصد دوسرے کی طرف حرکت کر جاتے۔ نیز اس خیال سے کہ مال اگر پڑا رہا اور ہر سال ۱/۴۰ حصہ نکالتے رہے تو ختم ہو گا۔ اسے کام میں لگایا جائے گا، کوئی کاروبار کیا تو اس کے لئے دوسرے ساتھیوں کی مزدوروں کی مدد کی ضرورت ہوگی ان پر بھی صرف ہوگا، کوئی کارخانہ بنایا مزدوروں پر صرف ہوگا، عملہ پر لگے گا۔ زمین خریدے گا تو مصارف عین پر اور دیگر مصارف پر مال لگے گا تو مال میں حرکت شروع ہو گئی اور وہ ایک ملک میں رہنے کی بجائے مختلف لوگوں پر تقسیم ہو گیا جو کہ صحیح مقصد ہے تؤخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم کا کہ مال بند نہ پڑا رہے۔ ورنہ مال کے ایک ملک میں بند ہونے سے طرح طرح کے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک قصہ آتا ہے کہ ایک شخص کا بیٹا انگریزی پڑھتا تھا پھر ملازم ہو گیا اور باپ نے بیٹے کی بیوی کو کسی مولوی صاحب سے عربی پڑھوائی۔ لڑکے کا خط آیا کہ میں امتحان میں پاس ہو گیا ہوں اور ترقی ہو گئی ہے۔ مولوی صاحب سے خط پڑھوایا۔ اس نے کہا بعد میں بتلاؤں گا پہلے خوب رو لو۔ عورت رونے لگی۔ مولوی صاحب خود بھی رونے لگے —— آس پاس کے پڑوسیوں نے وجہ پوچھی تو مولوی صاحب نے کہا کہ تم بھی پہلے رو لو پھر بتاؤں گا چنانچہ وہ بھی رونے لگے۔ تب مولوی صاحب نے بتایا کہ تیرے شوہر کا خط آیا ہے کہ ترقی ہو گئی ہے اور میں میجر بن گیا ہوں۔ تو تجھے اس لئے رونا چاہئے تھا کہ وہ اب نکاح بھی کسی میم (مغربی عورت) سے کرے گا کہ مغربی ترقی کا معنی ایشیائی کی موت ہے اور میں اس لئے رویا کہ اب تیری عربی تعلیم بند ہوگی تو میری ملازمت ختم ہو جائیگی۔ اور پڑوسیوں کو اس لئے رونا چاہئے کہ وہ جب میجر ہو گیا تو مالدار ہوگا پھر رہنے کی کوٹھی بنائے گا، سٹور روم بنائیگا، کار لے گا تو اس کے لئے گیراج کی ضرورت ہوگی۔ غرض ان تمام ضرورتوں کے لئے وسیع جگہ کی ضرورت ہوگی جس پر وہ تمہیں مجبور کرے گا کہ تم اپنی املاک سے دستبردار ہو جاؤ مجھے دے دو لہٰذا تمہیں بھی رونا چاہئے۔

غرض دولت میں سکون نہ ہو تو ضرور کوئی نہ کوئی معاملہ کرے گا اور حرکت پیدا ہوگی۔ (باقی آئندہ)

تنظیم اہلسنت پاکستان کا انتخاب

مورخہ ۱۲ اپریل بروز بدھ دفتر تنظیم اہلسنت ملتان میں جماعت کا ایک نمائندہ اجتماع منعقد ہوا جس میں ملک کے کونے کونے سے سینکڑوں مندوبین شریک ہوئے۔ اجتماع میں جماعتی پروگرام کی ترویج و اشاعت پر غور و خوض کیا گیا۔ اور مندرجہ ذیل عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا:۔

صدر:۔ مولانا علامہ دوست محمد قریشی مدظلہ

نائب صدر:۔ مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور

۲- مولانا عبدالقادر آزاد

ناظم اعلیٰ:۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی لائلپور۔

ناظم:۔ مولانا قائم الدین عباسی

ناظم نشر و اشاعت:۔ مولانا عبدالشکور دین پوری

(حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری مدظلہ تنظیم اہلسنت کے سرپرست اور حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ صدر المبلغین ہونگے۔ (ناظم اعلیٰ تنظیم اہلسنت)

مسلمانوں سے اپیل

محرم الحرام کا احترام

محرم کے مہینے میں ہمارے شیعہ دوست اپنے خیالات کے مطابق اپنی رسومات ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم جملہ مسلمانان اہل سنت والجماعت سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان رسومات میں جو شیعہ حضرات بجالاتے ہیں شرکت نہ فرمائیں تاکہ وہ اپنی رسومات کو امن و سکون اور خیر و خوبی کے ساتھ انجام دے سکیں اور ان میں کسی طرح سے خلل واقع نہ ہو۔ اس سے امن و امان کے قیام میں حکومت کو بھی امداد ملے گی اور امن و اتحاد کے داعی مسلمانوں کی تائید بھی ہو گی۔ امید ہے کہ تمام مسلمانان اہلسنت والجماعت اپنے شیعہ دوستوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ہماری استدعا پر پوری طرح عمل پیرا ہوں گے۔

الداعی الی الخیر:۔ جمعیۃ محبین صحابہؓ لاہور

تبلیغی جلسہ

مورخہ ۲۲ اپریل بعد نماز عشاء جامع مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین تقاریر فرمائیں گے۔ صدارت جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کریں گے۔ (مولانا) محمد الیاس خطیب جامع مسجد ہذا

دردناک سانحہ

گذشتہ اتوار محترم حاجی بشیر احمد صاحب خادمِ خاص حضرت جانشین شیخ التفسیرؒ کے ماموں مولوی عنایت محمد مالک جالندھر موتی چورا نارکلی لاہور کار پر پشاور جاتے ہوئے ایک بس سے تصادم کے نتیجے میں راہیٔ ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک نہایت نیک نفس، مخیّر اور خدا ترس انسان تھے۔ تحریکِ استخلاصِ وطن اور کشمیر ایجی ٹیشن کے دوران قید و بند کی سختیاں جھیل چکے تھے۔ آج کل ان کا معمول تھا کہ بارہ بجے تک میو ہسپتال میں رہتے اور غریب و نادار مریضوں کو تلاش کر کے انہیں دوائیاں اور ٹیکے وغیرہ خرید کر دیتے۔ اس کے علاوہ ان کا دسترخوان علماء کرام، صلحاء، اور غرباء کے لئے کھلا رہتا حق مغفرت کرے عجب دیندار مرد تھا۔

ادارہ اس حادثہ میں محترم حاجی صاحب جنہیں مرحوم ہی نے پالا پوسا، دینی تربیت دی اور حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز کے دامن سے وابستہ کیا، مرحوم کے پانچ بیٹوں اور دیگر پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے ایصالِ ثواب فرمائیں۔ مرحوم کے علاوہ اس حادثہ میں ۴ دوسرے حضرات حاجی فضل کریم، ان کا فرزند، داماد اور نواسہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے —— انا للہ وانا الیہ راجعون —— مرحوم حاجی فضل کریم بھی نہایت ہی نیک اور دیندار انسان تھے۔ ادارہ خدام الدین مرحوم کے خاندان اور غمزدہ پسماندگان سے بھی اظہارِ ہمدردی کرتا ہے۔ اور قارئین سے استدعا کرتا ہے کہ کام آنے والے حضرات کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دعا فرمائیں (ادارہ)

ضرورت اساتذہ

جامعہ حمیدیہ ہائی سکول سرائے مغل بھائی پھیرو ضلع لاہور کے لئے ایک ایف۔ ایس۔ سی، سی۔ ٹی اور دو ایس۔ وی اساتذہ کی ضرورت ہے۔ درخواست دہندگان کا ظاہری و باطنی لحاظ سے پابندِ شرع ہونا ضروری ہے۔ تنخواہ گورنمنٹ سکیل سے زیادہ دی جائیگی رہائش اور طبی سہولتیں بھی مہیا کی جائیں گی۔ درخواستیں مع نقول اسناد مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

ہیڈ ماسٹر جامع حمیدیہ ہائی سکول سرائے مغل بھائی پھیرو ضلع لاہور

مجلس قرأت

اراکین جامع مدنیہ کے زیرِ اہتمام جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں ۲۳ / ۲۴ اپریل کی درمیانی شب کو مجلس قرأت منعقد ہو گی جس میں شہر کے نامور قراء شرکت فرمائیں گے۔ احباب سے درخواست ہے کہ کلام الٰہی سننے کے لئے اس مبارک مجلس میں شرکت فرما کر ایمان کو تازہ فرمائیں۔

(حضرت مولانا) سید حامد میاں شیخ الحدیث

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

قاری کلاس میں حفاظ کا داخلہ

حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب فاضل دیوبند مدرسہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں قاری کلاس میں حفاظ کا داخلہ شروع ہے مدت تدریس ۳ سال ہے اس سال انیس (۱۹) طلبا فارغ تحصیل ہوئے ہیں۔ علاوہ قرأت قرآن پاک کا ترجمہ ریاض الصالحین پڑھائی جاتی ہے۔ کم از کم (۲۰۰) دو صد احادیث زبانی ازبر کرائی جاتی ہیں۔ ارکان اسلام کے فرائض کی ترغیب زبانی یاد کرائی جاتی ہے

تعداد طلبا ابتدائی سال میں تیس (۳۰) ہوتی ہے اور دوران تدریس سہ سالہ کورس وظائف حسب ذیل ہیں

برائے طلبا درجہ پرائمری طلبا تیس روپے
برائے طلبا درجہ مڈل طلبا چالیس روپے
برائے طلبا درجہ میٹرک طلبا پچاس روپے

داخلہ کے لئے درخواستیں فی الفور بھجوائی جائیں مدرسہ ہذا جناب سیٹھ محمد یوسف صاحب سیٹھی مالک راہوالی شوگر ملز کے قائم کردہ تعلیم القرآن ٹرسٹ کے زیرِ نگرانی قائم ہے۔ اس طرح کے دیگر مکاتب بھی مغربی پاکستان کے بیشتر مقامات پر سیٹھ صاحب کی زیرِ نگرانی قائم ہیں۔

یہ خبر انتہائی رنج و غم کی سنی جائے گی کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مرحوم ہزاروی کے ماموں زاد بھائی جناب مولانا عبدالمالک صاحب خطیب جامع مسجد شوالہ نجف خاں مورخہ ۲۲ / مارچ کو اس دار فانی سے رحلت فرما کر اپنے رب سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مقرب خاں، اورنگ زیب خاں ہزاروی شمشیر علی جیولرز۔ الفلاح لاہور

بعدالت جناب ملک خضر حیات خاں پی سی ایس سول جج گوجرانوالہ

دعویٰ تنسیخ نکاح

مقدمہ نمبر ۱۷ - بابت سال ۱۹۶۷ء

مسماۃ شریفاں بی بی دختر شیر محمد قوم لوہار سکنہ گلی جندریانوالی محلہ کھجور منڈی گوجرانوالہ شہر (مدعیہ)

بنام

حسن دین ۔ ۔ ۔ مدعا علیہ

بنام حسن دین ولد وزیر قوم لوہار سکنہ لڑھ بھنگوان چک ۱۳ تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ ۔ ۔ ۔ ۔ مدعا علیہ

ہرگاہ مقدمہ عنوان بالا حسب منشا مدعیہ دفعہ ۵ ضمن ۲ فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء مدعا علیہ مذکورہ کو بذریعہ اشتہار اخبار ہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ مسماۃ شریفاں بی بی مدعیہ نے آپ کے خلاف ایک دعویٰ بابت تنسیخ نکاح عدالت ہذا میں دائر کیا ہے جس میں تاریخ پیشی ۸/۵/۶۷ مقرر ہوئی ہے۔ لہٰذا آپ بعد وصول نوٹس با اشتہار اخبار ہذا اپنا جواب دعویٰ وغیرہ اندر پندرہ یوم عدالت ہذا میں داخل کریں بصورت دیگر کارروائی آپ کی حسب ضابطہ عمل میں لائی جائے گی۔

آج بتاریخ ۶ / اپریل ۱۹۶۷ء بدستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

دعائے مغفرت

میری اکلوتی پیاری بیٹی اپنے سسرال چار پانچ روز بیمار رہ کر مورخہ ۲۸/۳ کو تین سال کا ایک لڑکا اور پندرہ روز کی بچی چھوڑ کر اپنے اللہ کو پیاری ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے۔ کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ حبیب اللہ فاروقی (فاضل دیوبند)

خطیب جامع مسجد بوہڑ والی ٹنکا پورہ سیالکوٹ

بچوں کا صفحہ

مرسلہ - ماسٹر محمد امین صاحب

اللہ کے دربار میں بے نمازیوں کا عذر

جو شخص دنیا میں ریاست اور سلطنت میں مشغول رہ کر نماز سے غافل رہا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز چھوڑنے کا عذر اس طرح کرے گا۔ اے اللہ تو نے مجھے سلطنت اور حکومت دی تھی۔ اس کا کام اتنا زیادہ تھا۔ کہ سر کھجانے اور دانت کُرید نے کا بھی موقعہ نہیں ملتا تھا۔ پھر نماز کس وقت پڑھتا؟ حکم ہوگا۔ کہ بلاؤ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب یہ دونوں دربار میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ دیکھا آخر یہ بھی بادشاہ تھے۔ اور تجھ سے زیادہ ان کی سلطنت وسیع تھی۔ لیکن باوجود اتنی بڑی سلطنت کے اُنہوں نے کبھی نماز نہ چھوڑی۔ اس قول میں تو جھوٹا ہے۔ کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی اگر نماز کو روکتی۔ تو ان دونوں کو بھی روکتی۔ پس نماز چھوڑنا تیری غفلت کاہلی اور سستی تھی۔ جس کے باعث تو نے نماز ادا نہیں کی۔ اے فرشتو اس کو دور لے جاؤ۔ اور جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح ایک شخص اپنی بیماری کا عذر کرے گا۔ یا الٰہی میں بیمار تھا تکلیف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تھا ارشاد ہوگا کہ بلاؤ حضرت ایوب علیہ السلام کو۔ حضرت ایوب علیہ السلام حاضر ہوں گے ارشاد ہوگا کہ اے بیمار تو زیادہ بیمار تھا یا کہ ہمارا ایوب زیادہ بیمار تھا۔ برسوں ان کے بدن میں کیڑے پڑے رہے مگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوا۔ اگر بیماری یاد الٰہی سے روکتی تو ہمارے ایوبؑ کو بھی روکتی۔ پس تو جھوٹا ہے۔ جو بیماری کا بہانہ کرتا ہے۔ یہ نماز نہ پڑھنا تیری غفلت اور کاہلی کا نتیجہ ہے۔ فرشتو اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو

اسی طرح ایک اور بے نماز حاضر ہوگا اس سے دریافت کیا جائیگا کہ تو نے نماز کیوں چھوڑی۔ عرض کرے گا یا الٰہی میرے بال بچے بہت تھے میں اُن کی خدمت اور اُن کے لئے کمانے میں دن بھر لگا رہتا تھا چنانچہ نماز کے لئے کہاں سے فرصت ملتی رب العالمین کا ارشاد ہوگا۔ ہمارے بندے حضرت یعقوب علیہ السلام دربار میں حاضر ہوں — اللہ تعالیٰ اُن کو دکھا کر اس بے نماز سے ارشاد فرمائیں گے دیکھ تیری اولاد زیادہ تھی یا کہ ہمارے یعقوب علیہ السلام کی تو اولاد کے غم میں مبتلا رہا۔ لیکن یعقوب علیہ السلام بھی یوسف علیہ السلام کے فراق میں برسوں روتے رہے اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ کمر جھک گئی بوڑھے ہو گئے۔ مگر نماز سے ایک گھڑی بھی غافل نہ ہوئے اے فرشتو لے جاؤ اسے جہنم میں داخل کردو۔ اس طرح ایک بے نماز عورت عدالت عالیہ میں حاضر ہوگی اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ تو نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ یہ عورت جواب میں عرض کرے گی۔ الٰہی مجھے اپنے خاوند کے کام دھندے سے فرصت نہ ملتی تھی۔ اور اس کی خوف کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ حکم ہوگا فرعون کی بیوی آسیہؓ کو حاضر کرو حضرت آسیہؓ حاضر ہوں گی تو اس بے نماز عورت سے ارشاد ہوگا کہ تیرا خاوند زیادہ ظالم تھا یا آسیہؓ کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا بے نماز عورت جواب دے گی اے اللہ فرعون زیادہ ظالم تھا۔ ارشاد ہوگا۔ کہ دیکھ آسیہؓ کس قدر جابر کی بیوی تھی اور کیسی عبادت گزار تھی اگر کسی خاوند کا ظلم کسی عورت کو نماز سے روکتا تو آسیہؓ کو بھی ضرور روکتا اے بے نماز عورت خاوند کا عذر غلط ہے۔ تو خود ہی غافل تھی۔ اور غفلت کی وجہ سے تو نے نماز نہیں پڑھی۔ پس فرشتوں کو... حکم ہوگا۔ کہ اسے بھی جہنم میں ڈال دیا جائے۔

پیارے بچو! ان واقعات سے سبق حاصل کرو۔ اور نماز کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرنا — اللہ تعالےٰ ہم سب کو نمازی بنائے۔ امین۔

عقیدت کے پھول ←—— نور محمد آنود

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کرتا ہوں میں جب حضرت صدیق کی تعریف
کونین کا دل سنتے ہی ہو جاتا ہے مسرور
ہر کارِ نبوت کے مُصدّق تھے وہ صدیق
جام مئے وحدت سے رہا کرتے تھے مخمور
ایمان میں اول ہیں خلافت میں بھی اوّل
اللہ کے قرآں میں حقیقت ہے یہ مذکور
معدوم ہوئے فتنے سبھی عہد میں ان کے
ختم ہوگئے، فی الفور نہ جھپتے تھے جو مغرور

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیرے دم سے دین حق پھیلا جہاں میں چارسو
جہد پیہم سے تری تھے شادماں خیر الانامؐ
تو ہوُا اسلام میں داخل تو واقف ہوگیا
دین سے اور دین کی تبلیغ سے ہر خاص و عام
دی اذاں تو نے جو بے باکانہ بیت اللہ میں
ہوگئے حیران کافر دل لئے ہاتھوں میں تھام
پرچم اسلام تیری ذات سے ہے سربلند
رہنمائے دین قیم فاتح ایران و شام

امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ہیں نبیؐ کے جانشین بھی آپؓ اور داماد بھی
باصفا و باحیا عثمان ذی النورینؓ ہیں
دین حق کی دہر میں نشر و اشاعت کے لئے
جس نے دولت دی لٹا، عثمان ذی النورینؓ ہیں
ملت اسلام پر ان کا بڑا احسان ہے
منبع جود و سخا، عثمان ذی النورینؓ ہیں
باغیوں کے ہاتھ سے جام شہادت پی لیا
پیکر صبر و رضا عثمان ذی النورینؓ ہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان کے اے جانشین و غمگسار
زندگی تیری تھی ساری دین و ملت پر نثار
یارِ غار مصطفےٰ کا تو مشیر خاص تھا
سرور کونین کا تھا بے گماں تو رازدار
دہر میں تیری شجاعت کے ہیں چرچے چارسو
مرتبہ تیرا بڑا ہے اے شہ عالی وقار
کر دیا دنیا میں روشن تو نے دین حق کا نام
اہل باطل پر چلائی جب کہ تو نے ذوالفقار

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۸۱ ۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹ /۶۶ /۶-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

عمرؓ دعائے پیمبرؐ، عمرؓ مرادِ رسولؐ

عارف سیالکوٹی

عمرؓ جری و عمرؓ جرأت و عمرؓ جانباز
عمرؓ قوی و عمرؓ قوّت و عمرؓ ممتاز

عمرؓ حدیثِ شجاعت، حکایتِ شمشیر
عمرؓ فسانۂ غزوات، قصۂ توقیر

عمرؓ وقارِ قیادت، عمرؓ شکوہِ جہاد
عمرؓ مجاہدِ بے باک و بندۂ آزاد

عمرؓ رفیع و عظیم و عمرؓ عروج و فراز
عمرؓ بلند عزائم، عمرؓ فلک پرواز

عمرؓ میان سے نکلی ہوئی ننگی تلوار
عمرؓ کی ذات سراپا اشدّاء علی الکفّار

عمرؓ کا نام شکوہ و جلال کا مظہر
عمرؓ کی شان سزاوارِ عظمتِ منبر

عمرؓ کے نام سے طاغوت لرزہ بر اندام
عمرؓ کی سطوت و ہیبت سے سرنگوں اصنام

عمرؓ بشارتِ شوکت، عمرؓ نویدِ ظفر
عمرؓ کے پاؤں تلے تختِ کسریٰ و قیصر

عمرؓ قبول، عمرؓ قابل و عمرؓ مقبول
عمرؓ دعائے پیمبرؐ، عمرؓ مرادِ رسولؐ

عمرؓ ضیائے حقیقت، عمرؓ رسولؐ صفات
عمرؓ اذانِ محبّت، عمرؓ نشانِ حیات

عمرؓ ادائے سلیمانؑ، عمرؓ عصائے کلیمؑ
عمرؓ نوائے مسیحؑ و ندائے ابراہیمؑ!

عمرؓ سیادتِ اعلیٰ، امامتِ کبریٰ
عمرؓ صداقتِ اولیٰ، شہادتِ عظمیٰ!

عمرؓ ہے خاصۂ خاصانِ مومنین کرام
عمرؓ خلیفہ برحق، عمرؓ امیرؓ و امام

عمرؓ مشیرِ پیمبرؐ، عمرؓ سفیرِ نبیؐ
عمرؓ رفیقِ غنیؓ ہے، عمرؓ شفیقِ علیؓ

عمرؓ کے نام پہ لاکھوں شہادتیں قربان
عمرؓ کی ذات پہ صدہا ولایتیں قربان

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا